عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۴ | ۲۴ ربیع الاول تا یکم ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ جنوری ۲۰۱۵ء | شمارہ: ۳

مسلم خاندانوں کو زبردستی ھندو بنانے کی مہم

دینی مدارس اور دہشت گردی؟

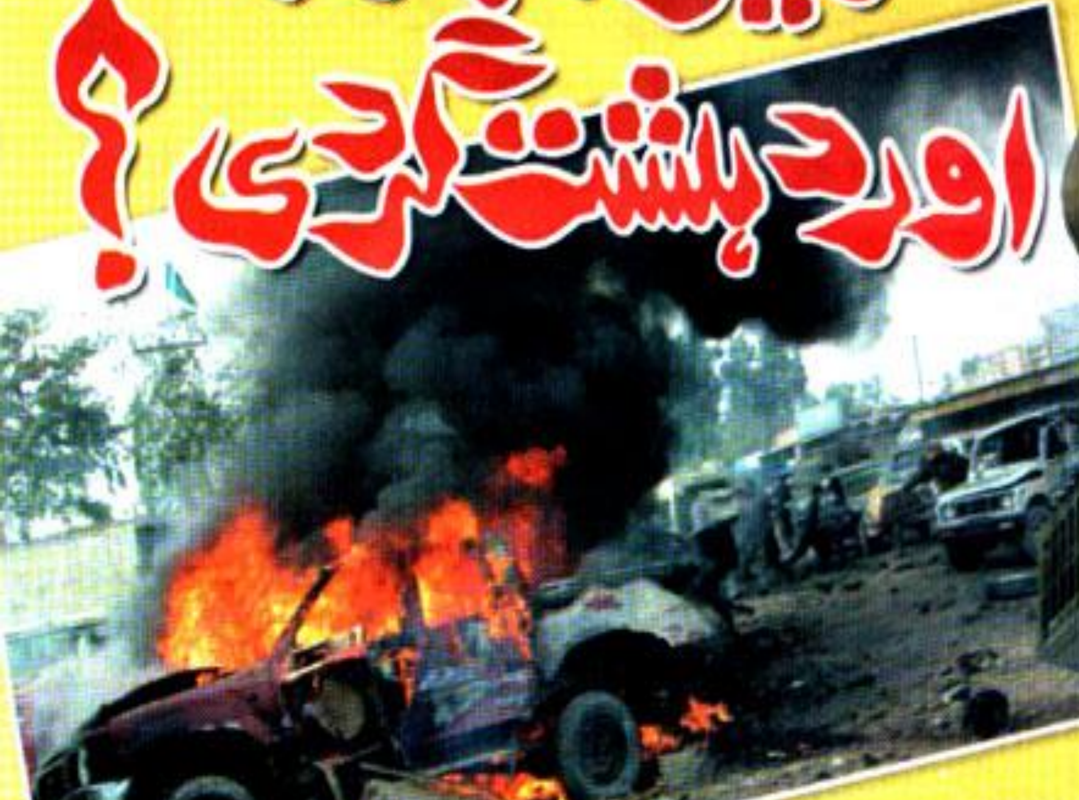

اتحاد بین المسلمین

وقت کی اہم ضرورت

ردِ قادیانیت اور پیر جماعت علی شاہ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

حدیث مبارکہ کی روشنی میں حضرت مہدی علیہ الرضوان کی پہچان

ابوحسان جالندھری، کراچی

س:...... مجھے معلوم ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے۔ میری ایک قادیانی سے بات ہوئی، اس کا کہنا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں۔ اُس کا کہنا ہے کہ امام مہدی کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے یعنی وہ اس کو مہدی مانتے ہیں۔ اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ج:...... قادیانی عام لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں بلکہ مہدی مانتے ہیں اور یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اللہ کا آخری نبی مانتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے متعدد دعوے کئے ہیں اور قادیانی اس کے تمام دعوؤں کو صحیح اور سچ مانتے ہیں کسی ایک دعوئی میں بھی اس کو نہیں جھٹلاتے۔ مثلاً اس کا دعوئی ہے کہ وہ مہدی، مجدد، مسیح موعود، نبی اور رسول ہے۔ قادیانیوں سے پوچھنا چاہئے کہ اگر آپ لوگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی مانتے ہو تو مرزا غلام احمد قادیانی جیسے دجال وکذاب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین وتذلیل کرنے والے دریدہ دہن کو کیوں مانتے ہو؟ وہ اپنے افعال، کردار اور عقائد و تحریرات کی روشنی میں ایک شریف انسان کہلانے کا مستحق نہیں چہ جائیکہ اس کو نعوذ باللہ مہدی، مسیح، نبی اور رسول کہا اور مانا جائے۔ قادیانی دراصل مرزا غلام احمد قادیانی کو ہی آخری نبی مانتے ہیں، کیونکہ مرزا قادیانی کا دعوئی ہے کہ:

"محمد رسول اللّٰہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم"

اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص:۳، روحانی خزائن، ج:۱۸، ص:۲۰۷)

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قادیانی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر اس سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد لیتے ہیں اور اسی کو مانتے ہیں، اور مرزائیوں کا یہ کہنا کہ حضرت مہدی آچکے ہیں، بالکل جھوٹ اور دھوکا وفریب ہے، کیونکہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی مانتے ہیں، لیکن ان سے پوچھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا تھا کہ مہدی کا نام میرے نام پر ہوگا یعنی محمد اور اس کی ماں کا نام میری ماں کے نام جیسا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا، اور وہ میری اولاد سے ہوگا یعنی سید ہوگا، اس کی نشوونما مدینہ منورہ میں ہوگی اور اس کی بیعت مکہ مکرمہ میں حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان ہوگی اور جب لوگ اس کی بیعت کر رہے ہوں گے تو آسمان سے آواز آئے گی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مہدی ہیں۔ یہ ساری علامات ہیں ایک سچے مہدی کے لئے اور ان میں سے کوئی ایک علامت بھی مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتی اور خود مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے بارے میں لکھا ہے کہ: "میں مغل برلاس ہوں" اور اس کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ، ماں کا نام چراغ بی بی عرف گھسیٹی ہے۔ مرزا قادیانی نے مکہ اور مدینہ کبھی دیکھا ہی نہیں اور امام مہدی کے ہاتھ پر جب لوگ بیعت کریں گے تو آسمان سے آواز آئے گی جبکہ مرزا قادیانی کے لئے ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تو پھر قادیانیوں کا یہ دعوئی کہ مہدی آچکے ہیں یا مرزا قادیانی کا دعوئی مہدی کس طرح صحیح اور سچا ہو سکتا ہے؟

ہفت روزہ ختم نبوت

مجلس

جلد:۳۴ ۲۳ ربیع الاول تا یکم ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ جنوری ۲۰۱۵ء شمارہ:۳

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

اس شمارے میں!

ڈاکٹر خالد محمود سومروؒ کی شہادت	۳	محمد اعجاز مصطفی
اتحاد بین المسلمین.....وقت کی اہم ضرورت	۶	محمد متین خالد
سیرت نبوی اور ہماری زندگی	۱۰	سید محمد رابع حسنی ندوی
دینی مدارس اور دہشت گردی؟	۱۲	انور غازی
مسلم خاندانوں کو زبردستی ہندو بنانے کی مہم	۱۴	عبداللہ خالد قاسمی خیر آبادی
حضرت شیخ الہندؒ کے دیس میں! (آخری قسط)	۱۶	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
رد قادیانیت اور پیر جماعت علی شاہؒ	۱۹	ڈاکٹر دین محمد فریدی
تحریک ختم نبوت..... آغاز سے کامیابی تک (۱۴)	۲۱	سعود ساحر
قائد اعظم کا پاکستان (آخری قسط)	۲۳	مولانا محمد صدیق مدظلہ
الحاج میاں عبدالخالق کی رحلت	۲۶	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

زرتعاون

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،

متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۳۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

ڈاکٹر خالد محمود سومرو رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

میں خاک نشیں ہوں مری جاگیر مصلیٰ

شاہوں کو سلامی مرے مسلک میں نہیں ہے

۶؍صفر المظفر ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۹؍نومبر ۲۰۱۴ء، جامعہ اسلامیہ اشاعت القرآن والحدیث کے مہتمم، جمعیت علمائے اسلام صوبہ سندھ کے جنرل سیکرٹری، سابق سینیٹر، حضرت مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ بیر شریف والوں کے تربیت یافتہ اور معتمد، حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و مسترشد، دین اسلام میں شامل ہونے والے افراد اور خاندانوں کے سرپرست، مربی اور کفیل، صرف صوبہ سندھ ہی نہیں بلکہ ملک اور بیرون ملک یکساں مقبول خطیب، نڈر قائد حضرت مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو کو سفاک قاتلوں نے عین اس وقت جب آپ فجر کی نماز کی سنتوں کی دوسری رکعت کے سجدہ میں تھے، فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، إن للہ ما أخذ و له ما أعطی و کل شیء عندہٗ بأجل مسمّٰی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیک وقت کئی خوبیوں سے نوازا تھا، آپ جہاں ایک سیاسی جماعت کے محبوب ومقبول لیڈر تھے، وہاں آپ بہترین مدرس اور مقبول خطیب بھی تھے۔ آپ کا خطاب اور بیان سننے کے لیے عوام آپ کے بیان سے ایک گھنٹہ قبل آ کر آپ کے ادارہ کی جامع مسجد میں بیٹھ جاتی تھی اور جب بیان شروع ہوتا تو مسجد کے اندر جگہ مشکل سے ملتی تھی۔

حضرت ڈاکٹر خالد محمود سومرو ۸؍مئی ۱۹۵۹ء کو لاڑکانہ کے قریب عاقل نامی گاؤں میں حضرت مولانا علی محمد حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے پرائمری اسکول میں حاصل کی، میٹرک لاڑکانہ شہر کے پائلٹ ہائر اسکینڈری اسکول سے کیا۔ ایف ایس سی کی تعلیم گورنمنٹ ڈگری کالج سے حاصل کی۔ ۱۹۸۴ء میں چانڈکا میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی، درسِ نظامی کا مکمل کورس اپنے ادارہ میں اپنے والد صاحب سے پڑھا۔ سندھ یونیورسٹی جامشورو سے ایم اے (اسلامک کلچر) کی ڈگری حاصل کی۔ دورانِ طالب علمی آپ جے ٹی آئی کے جنرل سیکرٹری رہے اور اس دوران آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا، صوبائی اور قومی اسمبلی لاڑکانہ سیٹ پر آپ نے محترمہ بے نظیر بھٹو کے مقابلہ میں الیکشن لڑے۔ ۲۰۰۶ء سے ۲۰۱۲ء تک آپ سینیٹ کے رکن رہے۔

ڈاکٹر خالد محمود سومرو رحمۃ اللہ علیہ سے راقم الحروف کی پہلی شناسائی اس وقت ہوئی جب لاڑکانہ میں ایک ہندو گھرانے کے تین بھائی اور ایک ان کی پھوپھی کا بیٹا ہندوازم ترک کر کے اسلام کی آغوش میں آئے۔ ان چاروں کی کفالت اور سرپرستی حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمائی۔ ان کو دینی تعلیم دلانے کے لیے آپ نے ان چاروں کو جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی شاخ مدرسہ معارف العلوم پاپوش نگر میں داخل کرایا، چونکہ میں وہاں استاذ اور ناظم تھا، حضرت اقدس مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہٗ اس ادارہ کے نگران اور استاذ تھے، تو حضرت ڈاکٹر صاحب پندرہ بیس دن بعد ان سے ملنے آتے تھے، جہاں ہماری بھی دیر تک ان سے ملاقات رہتی، بلا مبالغہ اپنے حقیقی بیٹوں سے زیادہ ان نومسلم بچوں سے محبت کرتے تھے، نہ ان کے کھانے میں کبھی کمی آنے دی، نہ پہننے میں کبھی پریشانی آئی، بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ چیز ان کے لیے خرید کر لاتے تھے، یہاں تک کہ وہ چاروں قرآن کریم کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ڈاکٹر، دو انجینئر اور ایک عالم دین بننے کے ساتھ عصری تعلیم مکمل کرنے کے بعد اب لاڑکانہ یونیورسٹی میں استاذ اور حضرت ڈاکٹر صاحب کے مدرسہ میں ناظم تعلیمات ہے۔ نہ صرف یہ کہ ان کی تعلیم مکمل کرائی

اوران کو اعلیٰ ڈگریاں دلائیں، بلکہ ان سب کی شادیاں بھی کرائیں، اب سب بیوی بچوں والے ہیں۔

اس زمانہ میں ایک بار حضرت اقدس مولانا سعید احمد جلالپوری شہید ؒ کے ہمراہ ڈاکٹر صاحب کے ہاں لاڑکانہ کا سفر ہوا اور آپ اپنے ہمراہ ہم دونوں کو حضرت مولانا عبدالکریم ؒ بیر شریف والوں کے ہاں ان کی خانقاہ میں لے گئے۔ پہلی دفعہ راقم الحروف نے حضرت بیر شریف والوں کی زیارت کی۔ گرمی کا زمانہ تھا، حضرت باہر ایک کچے سائبان کے نیچے تشریف فرما تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے جب ہمارا تعارف کرایا تو حضرت نے کمال شفقت سے روح افزاء کے شربت سے ہماری میزبانی فرمائی، واپسی پر حضرت ڈاکٹر صاحب نے سندھی اجرک اور ٹوپی کا ہدیہ عنایت فرمایا۔

اسی طرح آپ اکثر و بیشتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی دفتر بھی تشریف لایا کرتے اور دفتر کے ساتھیوں سے حال احوال لیا کرتے تھے۔

آپ کی شہادت کا سنتے ہی میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے نائب رئیس حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری زید لطفہ کی خدمت میں گیا تو آپ نے ڈاکٹر صاحب کی شہادت پر بڑے دکھ اور افسوس کا اظہار فرمایا اور مجھ سے جنازہ میں شرکت کا معلوم کیا تو راقم الحروف نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: میرا بھی ارادہ ہے۔

الحمدللہ! راقم الحروف کو ڈاکٹر صاحب کے جنازہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ جامعہ کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا امداداللہ صاحب، جامعہ کے ایک بھرپور وفد نے لاڑکانہ جاکر حضرت ڈاکٹر صاحب کے بیٹوں سے تعزیت کی۔

راقم الحروف آپ کی تعزیت کے لیے جب نمائندہ وفد کے ساتھ لاڑکانہ حاضر ہوا تو آپؒ کے صاحبزادہ مولانا محمد راشد محمود نے آپؒ کے کمرہ کی زیارت کرائی اور آپؒ کی ڈائری سے دیکھ کر حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے قلم سے لکھے ہوئے یہ اشعار سنائے:

چلتی بندوق کے میں دہانے پہ ہوں
مجھ کو معلوم ہے میں نشانے پہ ہوں
قاتلو! قتل گاہیں سجاتے رہو
سینے حاضر ہیں گولی چلاتے رہو
میں اسلام پر تن من لٹانے پہ ہوں
مجھ کو معلوم ہے میں نشانے پہ ہوں

میں خاک نشیں ہوں مری جاگیر مصلیٰ
شاہوں کو سلامی مرے مسلک میں نہیں ہے

اسی طرح حضرت ڈاکٹر صاحب نے لکھا کہ: ”وہ قوم سیاسی، سماجی اور معاشی ترقی کیسے کرسکتی ہے جو موالی کو مولائی، ڈرائیور کو استاذ، استاذ کو ماسٹر، جابر اور ظالم زمیندار کو سائیں اور وڈاگیر کو کامریڈ سمجھے۔“

اپنی اولاد کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا: ”آپ کے خوش رہنے میں، آپ کے دشمن اور آپ کے بارہ میں غلط سوچنے والوں کے لیے بڑی سزا ہے۔“

بہر حال آپ کی بالکل سادہ اور محنت سے معمور زندگی تھی۔ مولانا ڈاکٹر خالد محمود ایک تاریخ تھے، ہم نے آپ کے کمرہ کی زیارت کی جو آپ کا دفتر بھی تھا، لائبریری بھی، قیام گاہ بھی وہی تھی، وہی مطالعہ گاہ بھی اور تمام اہل خانہ کی ملاقات کی نشست بھی وہی تھی۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کا جنازہ ایک مثالی جنازہ تھا، لاڑکانہ کا اسٹیڈیم حاضرین کے سامنے اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کررہا تھا اور جنازہ میں شریک عوام اپنے محبوب قائد کی جدائی میں نوحہ کناں تھی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے پسماندگان میں ایک بیوہ، چھ بیٹے، اور تین بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے اور ان سے اپنی رضا ورضوان کا معاملہ فرمائے۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

اتحاد بین المسلمین

وقت کی اہم ترین ضرورت

محمد متین خالد

اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ دین اسلام ہی ہمارے اتحاد کی اصل بنیاد ہے۔ یہ مسلمانوں کی وحدت ملی اور فکر و عمل کا نام ہے۔ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان میں کسی قسم کی تفرقہ بازی جائز نہیں۔ اس لئے ہر قسم کے انتشار و افتراق اور فرقہ بندی کے سدِ باب کے لئے قرآن مجید میں بار بار مسلمانوں کو متحد رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔"

(آل عمران:103)

ترجمہ: "اور مضبوطی سے پکڑ لو اللہ کی رسی سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا۔"

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اس مکان کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط رکھتا ہے۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک دستِ مبارک کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں پیوست کر کے بتایا کہ سارے مسلمان اس طرح باہم مربوط ہیں۔"

مذکورہ آیت اور حدیث مبارکہ ہر مسلمان کو دعوت فکر دیتی ہے کہ اتحاد بین المسلمین عصر حاضر کا اساسی تقاضا ہے۔ نفاق، انتشار، باہمی آویزش، مناقشات اور چپقلش ملت اسلامیہ کے لئے سم قاتل ہیں۔ تاریخ پاک و ہند کے عمیق مطالعہ سے یہ حقیقت ہم پر بخوبی آشکار ہو جاتی ہے کہ برصغیر میں انگریز کے منحوس قدم آنے سے قبل مسلمانان ہند "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" پر پورے استحکام کے ساتھ عمل پیرا تھے۔ غیر منقسم ہندوستان میں ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک اسلامی سلطنت قائم رہی۔ تمام اسلامیان ہند کا ایک ہی مسلک رہا۔ لیکن

> غیر منقسم ہندوستان میں ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک اسلامی سلطنت قائم رہی۔ تمام اسلامیان ہند کا ایک ہی مسلک رہا، لیکن مغلیہ سلطنت کے سقوط اور برطانوی راج کے بعد مسلمانان ہند اغیار کی محکومیت میں بے شمار معاشی، معاشرتی، سیاسی اور مذہبی مسائل کا شکار ہو گئے

مغلیہ سلطنت کے سقوط اور برطانوی راج کے بعد مسلمانان ہند اغیار کی محکومیت میں بے شمار معاشی، معاشرتی، سیاسی اور مذہبی مسائل کا شکار ہو گئے۔ انگریز بڑا عیار اور شاطر تھا۔ اس نے مسلمانوں سے حکومت چھینی تھی۔ اس نے دیکھا کہ مسلمان باہم متحد و متفق ہیں اور اخوت و محبت، بھائی چارے کے زریں اصول اپنائے ہوئے ہیں۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت ہر مسلمان کے رگ و پے میں شامل ہے۔ ہر مسلمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لامحدود اور غیر مشروط محبت و احترام کرتا ہے اور یہی چیز دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرو دیتی ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کے اسی ایمانی جذبہ سے خائف تھیں اور ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے مسلمانوں میں تفرقہ بازی کی داغ بیل ڈالی گئی۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو" (Divide and Rule) کا ورلڈ آرڈر جاری کیا گیا۔ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کے درمیان معمولی اور فروعی اختلافات کو ہوا دی گئی۔ نفرت اور تعصب کی آگ کو بھڑکایا گیا۔ الغرض مسلمانوں کے باہمی اتحاد کو توڑنے کی سازشیں ہونے لگی۔ چنانچہ اس فرقہ واریت کی بدولت کئی مسلمان اجتماعی اور ملی مفاد سے اختلاف کرنے لگے۔ قرآن مجید میں فرقہ بندی کے حوالے سے سخت وعید ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(ترجمہ) "بے شک وہ جنھوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں اور ہو گئے کئی گروہ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں ہے آپ کا اُن سے کوئی تعلق، اِن کا معاملہ صرف اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہ بتائے گا انھیں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔"

(الانعام:۱۵۹)

مرشد قلب و نظر، اتحاد امت کے نقیب، ضیاء الامت حضرت پیر جسٹس محمد کرم شاہ الازہریؒ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر "ضیاء القرآن" میں لکھتے ہیں:

"یہ ایک بڑی دلخراش اور روح فرسا حقیقت ہے کہ مرورِ زمانہ سے اس امت میں بھی افتراق و انتشار کا دروازہ کھل گیا جے

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ امت بھی بعض خودغرض اور بدخواہ لوگوں کی ریشہ دوانیوں سے متنازع گروہوں میں بٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور جذبات میں آئے دن کشیدگی اور تلخی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اس پراگندہ شیرازہ کو یکجا کرنے کا یہی طریقہ ہوسکتا ہے کہ انہیں قرآن حکیم کی طرف بلایا جائے اور اس کی تعلیمات کو نہایت شائستہ اور دلنشین پیرایہ میں پیش کیا جائے۔ پھر ان کی عقل سلیم کو اس میں غوروفکر کی دعوت دی جائے۔ ہمارا اتنا ہی فرض ہے اور ہمیں یہ فرض بڑی دل سوزی سے ادا کرنا چاہیے۔ اس کے بعد معاملہ خدائے بزرگ وبرتر کے سپرد کردیں۔ وہ حی وقیوم چاہے تو انہیں ان شبہات اور غلط فہمیوں کی دلدل سے نکال کر راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

اس باہمی اور داخلی انتشار کا سب سے المناک پہلو اہلسنت والجماعت کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں (بریلوی، دیوبندی) میں بانٹ دیا ہے۔ دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت، قرآن کریم، قیامت اور دیگر ضروریات دین میں کلی موافقت ہے۔ لیکن بسا اوقات طرز تحریر میں بے احتیاطی اور انداز تقریر میں بے اعتدالی کے باعث غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور باہمی سوءظن ان غلط فہمیوں کو ایک بھیانک شکل دے دیتا ہے۔ اگر تقریر وتحریر میں احتیاط و اعتدال کا مسلک اختیار کیا جائے اور اس بدظنی کا قلع قمع کر دیا جائے تو اکثر وبیشتر مسائل میں اختلاف ختم ہو جائے۔ اور اگر چند امور میں اختلاف باقی رہ بھی جائے تو اس کی نوعیت ایسی نہیں ہوگی کہ دونوں فریق عصر حاضر کے سارے تقاضوں سے چشم پوشی کیے، آستینیں چڑھائے، لٹھ لئے ایک دوسرے کی تکفیر میں عمریں برباد کرتے رہیں۔ ملت اسلامیہ کا جسم پہلے ہی اغیار کے چرکوں سے چھلنی ہو چکا ہے۔ ہمارا کام تو ان خونچکاں زخموں پر مرہم رکھنا ہے۔ ان رستے ہوئے ناسوروں کو مندمل کرنا ہے۔ اس کی ضائع شدہ توانائیوں کو واپس لانا ہے۔ یہ کہاں کی دانش مندی اور عقیدت مندی ہے کہ ان زخموں پر نمک پاشی کرتے رہیں۔ ان ناسوروں کو اذیت ناک اور تکلیف دہ بناتے رہیں۔"

فرقہ واریت دین کے لئے زہر قاتل ہے۔ اسلام اس کی شدید مذمت کرتا ہے۔ جو شخص اسلام میں کوئی فرقہ بناتا ہے، قرآن مجید اُسے مشرک گردانتا ہے جیسا کہ اس آیت سے واضح ہے۔

ترجمہ: "(اے غلامانِ مصطفیٰ! تم بھی اپنا رُخ اسلام کی طرف کرلو) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور ڈرو اس سے اور قائم کرو نماز کو اور نہ ہو جاؤ (ان) مشرکوں میں سے، جنہوں نے پارہ پارہ کردیا اپنے دین کو اور خود فرقہ فرقہ ہوگئے۔ ہر گروہ جو اس کے پاس ہے، وہ اسی پر خوش ہے۔" (الروم: ۳۱،۳۲)

دوسری طرف قرآن وسنت کی روشنی میں کسی مسئلہ میں تحقیق واجتہاد کے نتیجہ میں فقہاء وعلمائے کرام کے درمیان اختلاف کو جائز کہا گیا ہے بلکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تحسین بھی فرمائی ہے۔ اس لئے کہ وہ اختلاف خود اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اکابرین امت میں غوروفکر، تحقیق وتجسس اور فہم وادراک کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ ان کی ذہانتیں مسائل زندگی کا حل قرآن وسنت سے باہر نہیں بلکہ اس کے اندر سے ہی تلاش کرتی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔"

اس میں ایک فریق دوسرے فریق کا اختلافی نقطۂ نظر خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے۔ جنگ وجدال کا منظر پیش نہیں کرتا اور نفرت وعداوت کا ماحول پیدا نہیں کرتا۔ اختلاف اُس وقت مذموم بنتا ہے جب ایک فریق اپنی رائے کو دوسروں پر مقدم رکھتا ہے اور دوسروں کو گمراہ سمجھتا ہے۔ یہیں سے اصل خرابی پیدا ہوتی ہے۔ عدالت میں کھڑے زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہوئے دلائل دینے والے وکلا کیا کر رہے ہوتے ہیں؟ اختلاف..... ایک ہی واقعے اور ایک ہی قانون کی تشریح اور اطلاق پر معزز عدالت کے جج صاحبان فیصلہ دیتے وقت کیا کررہے ہوتے ہیں؟ اختلاف...... پارلیمنٹ کے اندر سالہا سال قانونی مسودوں پر حکومت اور اپوزیشن میں کیا بحث و تمحیص ہورہی ہوتی ہے، اختلافی آرا کا اظہار...... ایک ہی مریض کی بیماری کے بارے میں تمام مصدقہ میڈیکل رپورٹوں کی روشنی میں بڑے بڑے ڈاکٹروں کی آرا میں اختلاف ہوتا ہے..... اور تو اور، تین چار دوست آپس میں چند لمحے بیٹھ کر گفتگو کرنے لگیں تو اختلاف واتفاق کی کئی صورتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ ہماری سماجی زندگی میں قدم قدم پر اختلاف کا پایا جانا ایک ناقابل تردید و ناگزیر حقیقت ہے..... غور کیجیے تو خود سماجی ارتقا بھی بڑی حد تک اختلاف کا مرہون منت ہے۔ اگر لوگ ایک ہی طرح سوچتے اور پہلے سے مروج موقف، نظریے اور فکر سے مختلف فکر، زاویہ نظر اور خیال کو نہ پیش کرتے تو انسان اتنی ترقی کبھی نہ کرپاتا..... اصل بات یہ ہے کہ اختلاف مذہبی ہو یا دیگر نوعیت کا، ایک دوسرے کے گلے کاٹنے پر منتج

نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے ان مسلکی اختلافات سے فائدہ اٹھا کر سیکولر اور بے دین لوگ اپنے زہریلے پروپیگنڈے سے ہماری نوجوان نسل کی برین واشنگ کر رہے ہیں۔ یوں نوجوانوں کی اکثریت تیزی سے اسلام سے متنفر اور برگشتہ ہو رہی ہے۔ یہ ایک ایسا نقصان ہے جس کی شاید کبھی تلافی نہ ہو سکے۔ نئی نسل پریشان ہے کہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے بلاوے پر کس مسلک کی مسجد میں جائے جبکہ مساجد تو اللہ کے گھر ہیں۔ ہمارے اس باہمی انتشار و خلفشار پر ابلیس شاداں و فرحاں ہے جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے حد افسردہ ہیں۔ کوئی ہے جو اس پر سوچے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں انہیں تلقین کرتے ہوئے خصوصی تاکید فرمائی:

"اپنے آپ کو فروعی اختلافات میں نہ الجھانا۔ اتحاد کی دعوت دیتے رہنا۔ مجھے امت کا ہر وہ شخص پسند ہے جو اتحاد کا داعی ہو۔"

امام الاولیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنے کسی مرید کو خلافت عطا کر کے تبلیغ دین کے لئے بھیجنے لگے تو اسے اس بات کی وصیت فرمائی کہ خدائی اور نبوت کا دعویٰ مت کرنا۔ اس نے حیرت سے پوچھا: "حضرت! سالہا سال تک آپ کی صحبت کا فیض پایا ہے۔ کیا اب بھی اس بات کا امکان ہے کہ میں خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرنے لگوں گا؟ انہوں نے فرمایا:

"خدا وہ ہے کہ جو وہ کہہ دے، وہی اٹل ہو اور اس کے خلاف ممکن نہ ہو۔ پس جو انسان اپنی رائے کو یہ حیثیت دے کہ اس سے اختلاف ناممکن ہو تو اس سے بڑھ کر خدائی کا دعویٰ اور کیا ہوگا؟ اسی طرح نبی وہ ہے کہ جو بات وہ کہے، وہی سچ ہو اور اس میں جھوٹ کا احتمال نہ ہو، پس جو شخص اپنے قول کے بارے میں یہ دعویٰ کرے کہ یہی سچ ہے اور اس کے خلاف ممکن نہیں تو اس سے بڑھ کر نبوت کا دعویٰ اور کیا ہوگا۔"

اختلاف رائے کے باوجود خیر خواہی اور رواداری کی سب سے عمدہ مثال حضرت امام شافعیؒ کی ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مقبرے کے قریب فجر کی نماز ادا کی اور دعائے قنوت پڑھنی قصداً چھوڑ دی۔ جب ان سے وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا:

"بعض اوقات ہم اہل عراق کے مسلک پر بھی عمل کر لیتے ہیں۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام صاحب نے فرمایا:

"صاحب قبر کے لحاظ نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے۔"

حضرت امام ابوحنیفہؒ وہ عظیم المرتبت شخصیت تھے جن کی دور بینی اور نکتہ شناسی کی مثال صحابہ کرامؓ کے بعد کی تاریخ آج تک دکھانے سے قاصر ہے۔ ان کے جلیل القدر شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے مسائل کے استنباط میں اپنے استاد کی آرا سے بے تکلف اختلاف کیا۔ اسی طرح امام شافعیؒ، امام مالکؒ کے اور امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ کے شاگرد تھے۔ اس کے باوجود ان شخصیات نے مختلف مسائل میں ایک دوسرے سے مکمل اختلاف کیا۔ تمام تر اختلافات کے باوجود کسی ایک امام نے بھی دوسرے امام کی توہین یا تنقیص نہیں کی۔ انہوں نے انتہائی خلوص کے ساتھ اپنا فرض ادا کیا۔ دوسروں کی رائے کو احترام کے ساتھ سنا اور اس کی تردید بھی احترام سے کی اور بعض اوقات اپنی رائے سے رجوع بھی کیا اور اپنی رائے کو چھوڑ کر دوسروں کی رائے کو ترجیح بھی دی۔ ان مخلصین نے کہیں بھی اپنی ذاتی رائے کو انا کا مسئلہ نہیں بنایا۔ ہمیں اختلافات کے ساتھ زندہ رہنے کا فن سیکھنا ہے۔ یہی ہماری آزمائش ہے اور اسی میں ہماری بقا اور سلامتی ہے۔

ملت اسلامیہ اپنی تاریخی شخصیات، اکابرین امت، فقہائے امت اور ائمہ تصوف پر آج تک ناز کرتی چلی آئی ہے۔ یہ بھی بزرگ اپنے اپنے دور میں ایک دوسرے سے مختلف نقطۂ نظر رکھنے والے تھے لیکن ان سب کا احترام امت کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ سلسلہ تصوف میں قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، اویسیہ وغیرہ معروف سلاسل ہیں۔ ان سلاسل کے ایک دوسرے سے کئی اختلافات ہیں مگر ان کے بزرگوں کا احترام ہر مسلمان کرتا ہے۔ کوئی سلسلہ کسی دوسرے سلسلہ کی توہین و تضحیک نہیں کرتا، کسی دوسرے بزرگ کی پگڑی نہیں اچھالتا۔ یہی وہ طرز عمل ہے جس سے پورا معاشرہ امن و محبت کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

قارئین کرام! یہاں ایک بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ امام اولیا، غوث اعظم، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانیؒ کے عقیدت مند پوری دنیا بالخصوص پاکستان بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی اکثریت کا تعلق حنفی مسلک سے ہے۔ آپؒ کا وصال مبارک ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو ہوا۔ اس دن کی مناسبت سے حضرت شیخؒ سے عقیدت رکھنے والے ہر ماہ باقاعدگی سے "گیارہویں شریف" کا ختم دلاتے ہیں اور کھانے پینے کا سامان غریبوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ہر سال ۱۱ ربیع الثانی کو جلوس نکالتے ہیں اور بڑی بڑی کانفرنسیں اور سیمینار منعقد کرواتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حنبلی مسلک کے پیروکار تھے۔ آپ اپنی کتابوں خصوصاً "غنیۃ الطالبین" میں جابجا اُنہی کے حوالے دیتے ہیں اور اکثر جگہ حضرت امام حنبلؒ کو "ہمارے امام" کے الفاظ سے خطاب کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ حنبلی مسلک

میں نماز سمیت دیگر عبادات کا طریقہ کار حنفی مسلک سے قدرے مختلف ہے۔

پاکستان میں مسلمانوں کے کئی مسالک ہیں۔ بعض اوقات ان مسالک کے لوگ معمولی اختلاف رائے پر آپس میں دست وگریبان ہو جاتے ہیں۔ بغیر کسی تحقیق کے ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگا کر باہمی نفرتوں میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ارشاد گرامی کا مفہوم ہے کہ ”جو لوگ دین میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں اور مختلف ٹولیوں میں بٹ جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بدعت ہیں اور اپنی خواہشات کے بندے۔ ان کی توبہ قبول نہیں۔ میں اُن سے اور وہ مجھ سے بری ہیں۔“ اس تقسیم در تقسیم نے پاکستان کو قعر مذلت میں گرا دیا ہے۔ ان حالات میں اسلام سے سچی محبت رکھنے والا ہر شخص تڑپ اٹھتا ہے اور اتحاد امت کے لئے اپنی بساط کے مطابق کوشش کرتا ہے۔ یہ حقیقت بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا کو قیامت تک محفوظ رکھنا ہے۔ ہر مسلک نے اپنے علم و فہم کے مطابق قرآن و حدیث سے استنباط کر کے آپ کی مختلف اداؤں کو اپنایا ہوا ہے اور یہ سارے راستے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں محبت رسول کی شاہراہ سے گزرتے ہوئے اُخروی نجات اور جنت کی طرف جاتے ہیں۔ یاد رکھیے! اسلام فتویٰ سے نہیں، تقویٰ سے پھیلا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے ایک موقع پر فرمایا تھا: ”کوئی تمہاری راہ میں کانٹے بچھائے تو تم جواب میں کانٹے مت بچھاؤ، ورنہ دنیا میں کانٹے ہی کانٹے رہ جائیں گے، پھولوں کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔“ ایک مرتبہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں ان کے ایک عقیدت مند نے بطور نذر قینچی پیش کی تو آپؒ نے فرمایا: ”مجھے قینچی نہ دو میں کاٹنے والا نہیں ہوں مجھے سوئی دو کہ میں جوڑنے والا ہوں۔“

ہمارے زوال کا اصل سبب آپس میں تفرقہ بازی اور گروہ بندی ہے۔ اسلام دشمن طاقتوں کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کے مختلف مسالک کے علمائے کرام کو آپس میں لڑوایا جائے تاکہ ان کی قوت مضبوط نہ ہو سکے۔ اس سلسلہ میں اسلام دشمن طاقتیں غیر مرئی طریقے سے ہر قسم کے وسائل بروئے کار لاتی ہیں۔ چنانچہ جب مسالک کے درمیان نفرت و عداوت کی آگ بھڑکتی ہے تو ان کے درمیان اتحاد و اتفاق ختم ہو جاتا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے سر پھٹول پر اتر آتے ہیں۔ اس صورت حال کا فائدہ اٹھا کر اسلام کے خلاف نئے نئے فتنے سر اٹھانے لگتے ہیں جس میں سراسر نقصان صرف اسلام اور مسلمانوں کا ہوتا ہے۔ کاش تفرقہ بازی کی تعلیم دینے والوں کو معلوم ہوتا کہ کسی کو مسلمان بنانا کتنی محنت، مشقت، ریاضت اور دلسوزی کا کام ہے اور پل بھر میں کسی کو کافر بنا دینا کتنی بڑی جسارت ہے۔ انسان کانپ اٹھتا ہے کہ حضرات انبیا و رسل علیہم السلام نے جانیں کھپا دیں لوگوں کو مسلمان بنانے میں اور ہم زبان کی ایک ہی حرکت سے لاکھوں مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔ کاش! ہم میں سے کسی نے اپنے کردار، اخلاق، علم، عمل اور محبت کے ساتھ کسی غیر مسلم کو حلقہ بگوش اسلام کیا ہوتا تو ہمیں اس کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا۔ فرقہ واریت کا ناسور ہمارے معاشرے میں کس قدر سرایت کر چکا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج کا مسلمان...... خود کو مسلمان کہلوانے کے بجائے اپنے مسلک کو ترجیح دیتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے حالانکہ قرآن مجید نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ افسوس! فرقہ واریت کا ناسور آج غیر مسلموں کے اسلام میں داخلے کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

ہندوازم چھوڑ کر دین اسلام قبول کرنے والے معروف اسکالر، دانشور اور مجاہد اسلام جناب غازی احمدؒ (سابق کرشن لعل) کے حالات زندگی نہایت ایمان افروز اور عزیمت سے بھرپور ہیں۔ ان کا تعلق میانی بوچھال کلاں ضلع چکوال سے تھا۔ انہیں یہ اعزاز اور سعادت حاصل ہے کہ انہوں نے عالم رؤیا میں سید المرسلین، حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور نہایت شفقت فرمائی۔ وہ اپنے ہر خطاب میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ فتنۂ قادیانیت کا رد بھی کرتے۔ آئیے! ایک دلخراش واقعہ ان کی زبانی سنتے ہیں: ”ایک دفعہ مجھے ملتان سے ایک نومسلم عیسائی کا خط موصول ہوا جس میں اس نے لکھا کہ وہ میری کتاب ”من الظلمات الی النور، کفر کے اندھیروں سے نور اسلام تک“ پڑھ کر مسلمان ہو گیا ہے لیکن اب پریشانی یہ ہے کہ مجھے کس مسلک میں جانا چاہیے کیونکہ ہر مسلک دوسرے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج گردانتا ہے۔ میں اُس کا خط پڑھ کر شدید صدمے میں مبتلا ہوا۔ کچھ دنوں بعد ملتان میں اپنے ایک دوست کو خط لکھ کر اس نومسلم سے رابطہ کرنے کو کہا جس نے جواب میں دل ہلا دینے والی بات بتائی کہ وہ نومسلم مسلمانوں کے مختلف مسالک کی آپس میں لڑائی سے دلبرداشتہ ہو کر واپس عیسائی ہو گیا ہے۔ اس بات سے مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ میں تمام علمائے کرام سے پوچھتا ہوں کہ خدارا بتایا جائے کہ اس نقصان کا ذمہ دار کون ہے؟

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے

(جاری ہے)

سیرت نبوی اور ہماری زندگی

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (انڈیا)

اللہ تعالیٰ جو خدائے واحد ہے اور سب کو اسی نے پیدا کیا اور انسانوں کو خاص طور پر بہترین صلاحیتوں والا بنایا اور اس کو بتایا کہ وہ اپنی ان صلاحیتوں سے اچھے کام لے اور زندگی کو اچھی صفات والی بنائے۔

یہ بتانے اور زندگی کی صحیح راہ دکھانے کے لئے وہ انسانوں میں ہی سے کچھ افراد کو نبی کی حیثیت سے بھیجتا رہا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کی اچھی صفات کا سب سے بہترین نمونہ بنا کر بھیجا تاکہ لوگ ان کی نصیحت کو سننے کے ساتھ ان کی اچھی صفات کو دیکھیں اور اچھا اثر لیں، ان کے ماننے والے اور ان کی نصیحت پر عمل کرنے والے مسلمان کہلائے، شروع میں نبی کی بات نہ ماننے والوں نے ان ماننے والوں کی بڑی مخالفت کی اور ان کو ستایا حتی کہ ان کو اپنے گھر میں رہنا دشوار ہوگیا۔

ان کو جب مکہ میں رہنا دشوار ہوگیا تو ان میں سے کچھ لوگ اپنی جان بچانے کے لئے قریب کے ملک حبشہ چلے گئے تاکہ وہاں پناہ لیں، وہاں جاکر قریش کے لوگوں نے غلط فہمی پھیلائی تو حکومت نے مسلمانوں کو بلایا اور کہا کہ سنا جارہا ہے کہ تم خراب لوگ ہو اور اپنے ملک سے بھاگ کر آئے ہو؟ اس پر حضرت جعفر طیارؓ نے بہت موثر تقریر کی اور بتایا کہ یہ رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی باتوں کو ہم نے مانا ہے، وہ انسانیت کے محسن ہیں اور انہوں نے قوم کے اندر سے بری باتیں دور کرائیں، ہم کو نصیحت کرکے شریف انسان بنایا، آپس میں محبت والا، ہمدردی والا انسان بنایا، ہم بری باتوں میں پڑے ہوئے تھے، اپنے بنائے ہوئے پتھر کے بتوں کو پوجتے تھے، اچھی انسانی باتوں اور شریفانہ اخلاق سے دور ہوگئے تھے، ہم کو انہوں نے انسانیت کی اچھی صفات کی طرف توجہ دلائی، آپس کی ہمدردی سکھائی، چھوٹی چھوٹی چیزوں کو معبود بنانے سے روکا، ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی، اس کو دیکھ کر ہماری قوم بجائے پسند کرنے کے ہمارے مخالف ہوگئی۔ حضرت جعفرؓ کا وہ خطاب بڑے نمونہ کا حامل ہے۔

ہم لوگ جن حالات میں زندگی گزار رہے ہیں اور جس مقام پر رہ رہے ہیں، ہم کو سمجھنا چاہئے کہ اس ملک میں ہم اقلیت میں ہیں، اگر ہم نے انسانیت کی خوبیوں کو اختیار کیا اور ان سے ناواقف لوگوں کو واقف کرانے کے لئے وہ طریقہ اختیار کیا جو حضرت جعفرؓ نے اختیار کیا تھا اور جو غلط فہمیاں مسلمانوں کے تعلق سے پھیلا دی گئی ہیں، ہم نے ان کو دور کرانے کا کام کیا تو لوگوں کی بدگمانیاں دور ہوں گی اور یہاں ہم کو کام کرنے کا اچھا موقع ملے گا، اس سے ہم کو سبق لینا چاہئے اور کوشش کرنا چاہئے کہ ہمارا کردار ایسا ہو کہ دوسرے ہم سے محبت کرنے لگیں۔

یہاں عرب آئے، تجارت کی غرض سے آئے لیکن انہوں نے اچھائی، اسلامی کردار پیش کیا، سچائی کا، امانت داری کا، اخلاق ومحبت کا، انسانیت دوستی کا، چنانچہ ان سے یہاں کے لوگ محبت کرنے لگے، تجارت وکاروبار کے لئے آئے، لیکن اپنی رواداری اور اخلاق سے لوگوں کا دل جیت لیا، ایسا کہ ان کا دین اور طریقہ بھی مقبول ہونے لگے۔

ہمیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ ان میں کیسی انسانی ہمدردی تھی؟ اخلاق وصفات کی کیسی اعلیٰ خصوصیت تھی؟ ایک جنازہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے، کہا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے، فرمایا: کیا یہودی انسان نہیں؟ ایک یہودی سے آپ نے کچھ کھجور غریبوں کو دینے کے لئے قرض لئے، قرض کی مدت پوری ہونے سے پہلے ہی اس نے اپنا قرض واپس مانگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سختی اور گستاخی سے پیش آیا، بہت برا بھلا کہا اتنا کہ سننے والوں کے لئے برداشت کرنا مشکل ہوگیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برداشت کیا، یہ تک نہ کہا کہ بھائی ابھی تو کئی دن باقی ہیں؟ صحابہ کرامؓ سے کہا: ان کو کھجوریں دے دو اور کچھ بڑھا کر دینا، آپ کے اس غیر معمولی حلم وبرداشت کو دیکھ کر وہ یہودی مسلمان ہوگیا۔ آج صورت حال یہ ہے کہ مسلمان کا طرز عمل سیرت نبوی کے مخالف ہوگیا ہے اور مسلمانوں کے طرز عمل کی وجہ سے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بڑی غلط فہمیاں پھیل رہی ہیں، یہ سمجھا جارہا ہے کہ مسلمانوں میں انسانیت نہیں ہوتی، ان حالات میں ہمیں محبت و

اخلاق اور رواداری کا طریقہ پیش کرنا چاہئے اور اپنے کردار سے اچھے اور خیر امت ہونے کا کردار پیش کرنا چاہئے۔

حکومتیں آتی جاتی ہیں، ان کے آنے جانے سے فرق نہیں پڑتا، ہمارے معاملات واخلاق درست ہونے چاہئیں اور ہم اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کریں کہ ہم ملک کے لئے مفید اور ملک والوں کے لئے ہمدرد ہیں، ہم وہی مطالبہ کرتے ہیں جس کا دستور نے ہمیں حق دیا ہے، ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے اور ہماری ترقی کے لئے رکاوٹیں نہ پیدا کی جائیں، ملک کی بیس کروڑ آبادی کا حصہ اگر بے کار اور بے فائدہ ہوگا تو بوجھ ملک ہی پر پڑے گا۔

زندگی دو طرح کی ہوتی ہے، انفرادی وشخصی اور سوشل وسماجی، زندگی کے یہ دونوں رخ درست ہونے چاہئیں، عقیدہ صحیح ہو، نمازیں درست ہوں اور وقت پر ادا کی جائیں، نماز اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع وخضوع کے ساتھ ہوتا کہ عبادت ظاہری طور پر بھی عبادت ہی جائے، چونکہ وہ بہترین مساوات کا نمونہ پیش کرتی ہے، وہ خود انسانیت دوستی کا ایک بہت نمونہ ہے، بہت سے لوگ اسی کو دیکھ کر اسلام سے متاثر ہوتے ہیں۔

مسلمان جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور قبا میں ٹھہرے تو ان کی امامت ایک نوعمر غلام سالم کیا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ بن خطاب جیسے صحابی ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، یہ سالم وہ تھے جن کو اوس و خزرج کے لوگوں نے ان کی خستہ حالی کو دیکھ کر خریدنے سے انکار کر دیا تھا، وہ جب ان لوگوں کی امامت کرتے دیکھتے تو ان کو تعجب ہوتا وہ غور کرتے، سوچتے اور پھر اس مساوات کو دیکھ کر اسلام سے قریب ہوتے، تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

ایسے ہی زکوٰۃ کا نظام ہے کہ مال کی زکوٰۃ نکالی جائے اور ضرورت مندوں کو پہنچائی جائے، غریبوں کا پیٹ بھرا جائے تو انسانی ہمدردی کی کیسی اچھی مثال سامنے آئے گی اور دوسروں پر اس کا کیسا اثر پڑے گا؟ انسان دوستی کا جذبہ پیدا ہوگا۔ حضرت عمرؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ وہ گشت کرتے ہوئے ایک غریب عورت کے پاس سے گزرے، بچے بھوک سے رو رہے تھے۔ غربت کی ماری ماں خالی ہانڈی چولہے پر چڑھائے تھی کہ شاید بچے بہل کر سو جائیں، حضرت عمرؓ صورت حال معلوم ہونے پر بیت المال سے کھانے پینے کا سامان لے کر پہنچ گئے اور ان خاتون کے حوالے کیا، ساتھی چلنے کو کہتے ہیں تو فرمایا کہ ان بچوں کو کھانا کھلانے کے بعد ہنستا ہوا دیکھ کر چلیں گے۔ آپ سوچیں کہ اگر ہم اپنا ماحول ومعاشرہ ایسا بنالیں تو ہم سے کون نفرت کرے گا۔

آج ہماری شکل وصورت کو، اسلامی تعلیمات کو بگاڑ کر پیش کیا جارہا ہے، بدگمانی پیدا کی جارہی ہے، اگر ہم اپنے کو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھالیں گے اور جو مثالی نمونہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا، اس کی چلتی پھرتی تصویر ہم لوگ بنیں گے تو لوگ خود بخود اسلام سے قریب ہوں گے اور مسلمانوں کے لئے محبت پیدا ہوگی جیسا کہ عرب تاجروں کے اخلاق وچال چلن سے متاثر ہو کر بے شمار لوگ مسلمان ہوگئے تھے۔ ☆☆☆

تبصرہ کتب

حیاتِ شیخ زبیر ؒ (سوانح حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی ؒ)

تالیف: مولانا سید محمد زین العابدین، مولانا انیس احمد مظاہری۔ صفحات: ۷۳۶۔ رعایتی قیمت ۲۳۰ روپے۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔

زیر تبصرہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے دعوت وتبلیغ کی شوریٰ کے ذمہ دار اور مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی ؒ کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی ؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی ؒ کے نواسے اور دعوت وتبلیغ کے تیسرے امیر حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی ؒ کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ آپ ۱۸ مارچ ۲۰۱۴ء کو وفات پاگئے۔ آپ کی وفات کے بعد مولانا محمد زین العابدین صاحب نے آپ کے حالات پر کام شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سات سو سے زائد صفحات پر کتاب تیار کردی۔

کتاب کو نو ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے، ان ابواب میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی ؒ پر دو سو صفحے کا تفصیلی سوانحی مضمون، اُن کے ملفوظات، پوری دنیا سے ملنے والے مختصر تعزیتی پیغامات، تفصیلی مقالات ومضامین، اخبارات ومجلات کے تعزیتی شذرے، عربی تحریریں، منظوم کلام اور تواریخ وفات شامل ہیں۔

"حیات شیخ زبیر" کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب ایک ایسی دستاویز کے طور پر تاریخی اوراق میں محفوظ ہوگئی ہے کہ جس میں تحریک دعوت وتبلیغ کی اجمالی تاریخ اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی ؒ کی تفصیلی سوانح آگئی ہے۔ دعوت تبلیغ کی محنت سے متعلقہ احباب اور کتابی ذوق رکھنے والے شائقین اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں اور ان بزرگوں کی سوانح کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سنواریں۔

(حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ)

دینی مدارس اور دہشت گردی؟

انور غازی

”۹۰ فیصد مدارس کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ مدارس کو بے جا تنقید کا نشانہ مت بنائیں۔ مدارس سے وابستہ جید علمائے کرام دہشت گردی کے خلاف قوم کے ساتھ ہیں۔“

یہ الفاظ وزیر داخلہ جناب چوہدری نثار علی خان کے ہیں جو انہوں نے گزشتہ رات طویل پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہے۔ مدارس کے بارے میں یہ وہ سچ اور حق بات ہے جو وزیر داخلہ نے کہی۔ قارئین! ۱۶ دسمبر کو جب سانحہ پشاور ہوا تو اس کی تمام علمائے کرام اور ارباب مدارس نے بھرپور مذمت کی۔ اس کے باوجود بلا سوچے سمجھے اور بغیر تحقیق کے کئی دانشوروں نے اس کا سارا الزام مدارس پر لگاتے ہوئے طرح طرح کے سوالات اٹھانا شروع کردیے۔ ایک بڑا اعتراض یہ کیا گیا کہ مدارس میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے، حالانکہ دینی مدارس کے ذمہ داروں کی طرف سے بار بار یہ پیشکش کی گئی ہے جس کسی کو مدارس کے بارے میں اس قسم کا شبہ ہو، اسے کھلی دعوت ہے وہ مدرسوں میں آکر خود دیکھے۔ سراغ رسانی کے حساس ترین آلات استعمال کرکے پتہ لگائے آیا کہیں ناجائز ہتھیاروں یا ان کے خفیہ تربیت گاہ کا کوئی نشان ملتا ہے؟ اگر کسی مدرسے کے بارے میں یہ ثابت ہوجائے کہ وہاں دہشت گردی کی تربیت دی جارہی ہے یا اس قسم کی کوئی کارروائی ہورہی ہے تو اس کے خلاف مناسب کارروائی کا نہ صرف خیر مقدم کیا جائے گا بلکہ وفاقوں کے ذمہ دار حضرات بارہا یہ اعلان کرچکے ہیں، ہم خود بھی اس کارروائی میں تعاون کریں گے، لیکن مدارس کے خلاف دہشت گردی کا یہ پروپیگنڈا پوری شدت اور حدت سے جاری ہے۔ ”بعض مدرسوں“ کا لفظ استعمال کرکے تمام دینی مدارس کو آخر کیوں مشکوک اور مطعون قرار دیا جارہا ہے؟ فرض کریں اگر ۲۶ ہزار سے زائد مدارس میں سے کوئی ایک دو مدرسوں کے بارے میں یہ الزام ثابت ہو بھی جاتا ہے تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس کی بنیاد پر تمام دینی مدارس کو دہشت گرد قرار دے دیا جائے؟ کیا ملک بھر بلکہ دنیا بھر کے تعلیمی اداروں میں بعض اوقات کچھ جرائم پیشہ افراد داخل نہیں ہوجاتے؟ کیا اس کی بنا پر تمام تعلیمی اداروں کو جرائم پیشہ قرار دے دینا عقل وانصاف کے کسی خانے میں فٹ ہوسکتا ہے؟ جب سے موجودہ حکومت کی طرف سے دہشت گردی کے خلاف بھرپور آپریشن کا آغاز ہوا ہے تو ہر جگہ سے دہشت گرد گرفتار ہورہے ہیں۔ کراچی یونیورسٹی سے لے کر پنجاب یونیورسٹی تک، لیاری سے لے کر نائن زیرو تک، جماعت اسلامی کے بنگلوں سے لے کر پیپلز پارٹی کی اوطاقوں تک، منشیات کے اڈوں سے لے کر مری کے ریسٹ ہاؤس تک سے پکڑے جارہے ہیں۔ ان کا تعلق کسی نہ کسی طرح تمام ہی سیاسی جماعتوں سے ثابت ہورہا ہے۔ ان دہشت گردوں میں فوجی بھگوڑوں سے لے کر پولیس سے بھاگنے والوں تک، نجی سیکورٹی ایجنسیوں سے وابستہ افراد سے لے کر مختلف مافیا گروپوں کے رکنوں تک سب ہی شامل ہیں۔ یہ مختلف قسم کی دہشت گردیوں میں ملوث پائے گئے ہیں۔ دہشت گردوں نے اپنے بھیانک مقاصد کی تکمیل کے لئے مختلف حیلے اپنائے اور کئی روپ دھارے ہوئے ہیں۔ کراچی، لاہور، پشاور، کوئٹہ اور اسلام آباد کے فائیو اسٹار ہوٹل ہوں یا مری، سوات، کاغان، ناران اور زیارت کے ریسٹ ہاؤس۔ کراچی یونیورسٹی کا آئی بی اے ڈیپارٹمنٹ ہو یا پنجاب یونیورسٹی کا ہال نمبر ایک۔ مدارس کے تہہ خانے ہوں یا مسجد کے حجرے، ہر جگہ دہشت گردوں نے اپنے لئے محفوظ پناہ گاہیں ڈھونڈ رکھی ہیں۔ اب جواب طلب سوال یہ ہے کہ جب دہشت گرد تمام جگہوں، علاقوں اور مقامات سے برآمد ہورہے ہیں تو پھر مدارس ہی پر لعن طعن کیوں کی جارہی ہے؟ دہشت گردی کا لیبل صرف مدارس پر ہی کیوں لگایا جارہا ہے؟ ملک بھر میں جب بھی کوئی بڑی دہشت گردی ہوتی ہے تو سیکولر اور نام نہاد دانشوروں کی توپوں کا رُخ دینی مدارس کی طرف ہوجاتا ہے۔ مغربی این جی اوز کے ایجنٹ بھی مدارس کے خلاف پروپیگنڈے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ میڈیا کی چمک دمک میں اصل حقائق چھپ جاتے اور مدارس کے خلاف فضا ہموار ہونے لگتی ہے۔ پھر دینی مدارس کے علماء وطلبا کی انکوائریاں شروع ہوجاتی ہیں۔ علماء وطلبا کو حراساں کیا جاتا ہے۔ کئی بے گناہوں کو گرفتار کیا

جاتا ہے۔ جھوٹے مقدمات قائم کئے جاتے ہیں۔ زمینی حقائق سے نابلد بعض لوگوں کی طرف سے مدارس کو بند کرنے، مساجد کو جلانے اور علماء کو پھانسی دینے کی نازیبا باتیں شروع ہوجاتی ہیں۔ گزشتہ ۳۵ سالوں سے جتنا زہریلا پروپیگنڈا دینی مدارس، طلباء، علماء اور صلحاء کے بارے میں کیا گیا ہے، شاید ہی اتنا کسی اور طبقے کے بارے میں ہوا ہو۔ دینی مدارس کے اُجلے دامن کو کن کن طریقوں سے داغدار کرنے کی بھونڈی کوشش نہیں کی گئی؟ دینی مدارس کو کس کس طرح دہشت گردی کے اڈے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی؟ دینی مدارس میں ہونے والی جسمانی ورزش کو دہشت گردی کی تربیت کہا گیا۔ مدارس کے تمام طلباو علماء کو شمالی علاقہ جات اور وزیرستان کے طالبان قرار دیا گیا۔ کسی بھی عام گاؤں کی مسجد کے غیر عالم امام اور صرف حفظ کرکے گھر میں ٹیوشن پڑھانے والے کسی بھی شخص کی انفرادی غلطی کو مدارس وعلماء کے سرتھوپنے اور بیانی میں طوفان برپا کرنے کی کوشش کی گئی۔ جو کام کالج یونیورسٹیوں میں ترقی کی علامت قرار دیا گیا، اسے مدارس کے لئے قابل تعزیر گردانا گیا۔ دینی مدارس میں ہونے والی جسمانی ورزش کو دہشت گردی کی تربیت کہا جاتا ہے، جبکہ اسکولوں میں ہونے والی ورزش کو ایکسر سائز کا نام دیا گیا۔ کالج کا نوجوان اگر کراٹے کلب جاتا ہے، اسے ایتھلیٹ کہہ کر اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جبکہ مدارس کے لڑکے عصر کے بعد ریاضت کریں انہیں طالبانائزیشن کا خطرہ قرار دیا جائے۔ انصاف تو دیکھئے! اگر قومیت وتعصب کے بدبودار نعرے لگانے والے سرعام ملک کو توڑنے کی بات کریں تو واہ واہ! اور اگر قرآن و سنت کے حاملین دل جوڑنے کی بات کریں تو نفرین اور آہ آہ۔ کراچی میں خون کی ہولی کھیلنے والے آزاد اور کراچی کے مدارس کے طلباو علماء کی خصوصی نگرانی اور انکوائری۔ یہ سب کیا ہے؟ مدارس پر ہر طرف سے اعتراضات اور طعنوں کی بوچھاڑ ہے۔ جتنے منہ اتنی باتیں، جتنی باتیں اتنے طعنے ہیں۔ روشن حقیقت یہ ہے کہ دینی مدارس نے ناگفتہ بہ حالات میں بھی روکھی سوکھی کھا کر دین کا تحفظ کیا ہے، ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی ہے۔ خواندگی کی شرح میں حیرت ناک اضافہ کیا ہے۔ اس پر امریکا اور مغرب حیرت سے گنگ ہیں مگر ہمارے ہاں کا ایک مرعوب، مغرب کا پروردہ طبقہ بلاوجہ "شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار" بننے کی سعی لاحاصل میں لگا ہوا ہے۔ اس ماحول میں وزیر داخلہ کا یہ بیان نہایت ہی حوصلہ افزا ہے کہ ۹۰ فیصد دینی مدارس کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ مدارس کو بے جا تنقید کا ہدف نہ بنائیں۔ ہم سمجھتے ہیں اگر حکومت کو کسی مدرسے کے بارے میں تحفظات ہیں اور دہشت گردی میں ملوث ہونے کے ٹھوس ثبوت ہیں تو ان کے منتظمین اور وفاق المدارس سے رابطہ کریں۔ ارباب مدارس اور حکومت کے مابین تعاون کا مربوط نظام قائم کیا جائے۔ مدارس پر براہ راست چھاپوں کے بجائے منتظمین سے رابطہ کیا جائے۔ چند سال پہلے وزیر داخلہ کی زیر صدارت اجلاس ہوا تھا۔ اس میں پانچوں وفاق، وفاق المدارس العربیہ، وفاق المدارس السلفیہ، وفاق المدارس الشیعہ، تنظیم المدارس اور رابطۃ المدارس کی تنظیم "تنظیمات مدارس" کے سربراہوں نے شرکت کی تھی، اس اجلاس کے بعد جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا تھا وہ یہ تھا:

"دینی مدارس نجی تعلیمی اداروں کے انداز میں کام کریں گے۔ تمام مدارس میں دینی علوم کے ساتھ جدید علوم بھی پڑھائے جائیں گے۔ مدارس سے فارغ التحصیل طلبا کو پیشہ وارانہ تعلیمی اداروں اور اعلیٰ پوسٹوں پر تعینات کیا جائے گا۔ دینی مدارس کے پانچوں وفاقوں کو بورڈ کا درجہ حاصل ہوگا۔ حکومت دینی مدارس کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی۔ دینی مدارس کے علماء اور طلبا کا احترام کیا جائے گا۔"

غلطیاں دہرانی نہیں چاہئیں۔ یہ ملک ہم سب کا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف پوری قوم کو متحد ہونا چاہئے۔ ماضی کو بھول کر معاملات سلجھانے چاہئیں تاکہ قوم وملک ترقی کریں۔

(روزنامہ جنگ کراچی، ۲۳ دسمبر ۲۰۱۴ء)

ختم نبوت وشہدائے اسلام کانفرنس

خانواہن (ملک عبدالغفور حیدری) الحمدللہ ہر سال کی طرح امسال بھی "ختم نبوت اور شہداء اسلام کانفرنس" کے عنوان سے جامع مدینہ مسجد خانواہن میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت حافظ حبیب الرحمٰن ملک کو حاصل ہوئی، اس کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد کا خصوصی بیان ہوا۔ مولانا محمد قاسم ہنجرا نے عقیدۂ ختم نبوت پر دلائل کے ساتھ عوام الناس کے سامنے بیان کیا اور مرزا لعین کے کذب وفریب سے آگاہ کیا۔ ان کے بعد مولانا عبداللہ عباسی کا بیان ہوا دعا کے بعد لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا طفیل احمد انڑ اور راقم نے سرانجام دیئے۔ مولانا تجمل حسین کمبٹ، مولانا قاری الحمرا دکھیو، مولانا سعید احمد گوندل، مولانا مسعود الرحمٰن کے بھی بیانات ہوئے۔ حاجی حافظ سیف اللہ ملاح، شکیل احمد گوندھر، استاد علی حسن راجپوت نے پروگرام کے لئے تعاون کیا۔

مسلم خاندانوں کو زبردستی ہندو بنانے کی مہم

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

تاریخ عالم میں ہندوستان ایک ایسا عظیم ملک ہے جس کی ہمیشہ سے یہ خصوصیت اور امتیاز رہا ہے کہ یہاں مختلف تہذیب و ثقافت اور ادیان و مذاہب کے ماننے والے موجود رہے ہیں، اور ہمیشہ سے ہر مذہب وملت کے پیروکاروں کو اپنے شعائر وارکان ادا کرنے کی مکمل آزادی رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارا ملک ہندوستان مشترک تہذیب ومعاشرت کا ایک حسین گلدستہ بنا رہا، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک خاص ذہنیت ہمیشہ سے اس ملک پر اجارہ داری کا خواب دیکھتی رہی ہے، اور اس سرزمین پر صرف اپنی مذہبی تہذیب کو ہی پروان چڑھتا دیکھنا چاہتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ سیاسی استحکام اور مصلحت خداوندی سے کئی صدیاں ایسی بھی گزری ہیں جب کہ زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی، تعمیر ملک ووطن کے بڑے بڑے کام بھی انجام دیے گئے لیکن منفی ذہنیت رکھنے والا وہ گروہ ہمیشہ سے مسلمانوں سے برگشتہ رہا ہے، اور اب بھی ہے، آزادی ہند کے بعد سے زمام اقتدار ایک طرح سے انہیں منفی ذہنیت کے حامل افراد کے ہاتھوں میں پہنچ گئی اور وہ ہر طرح سے اپنی تہذیب، اپنا اقتدار اور اپنی مذہبی بالادستی پورے ملک پر مسلط کرکے یہاں کی منفرد تاریخ اور یہاں کے معاشرتی امن وامان کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے وہ ہر طرح کی بازی گری اور سیاسی کھیل کھیل رہے ہیں۔

ان دنوں ہندو انتہا پسند تنظیموں بی جے پی اور بجرنگ دل کی جانب سے مسلم خاندانوں کے دوسو سے زائد افراد کو زبردستی ہندو بنانے کی خبروں سے ہر منصف مزاج ہندوستانی سخت اذیت محسوس کررہا ہے، خبروں کے مطابق ہندوستان کے شہر آگرہ میں بعض مسلمان ہندوؤں کی مذہبی تقریب میں شریک ہوئے اور انہوں نے دین اسلام چھوڑ کر ہندو مذہب قبول کرلیا، آگرہ شہر میں ہندوؤں کی ''گھر واپسی'' کے نام پر منعقدہ تقریب میں

ان دنوں ہندو انتہا پسند تنظیموں بی جے پی اور بجرنگ دل کی جانب سے مسلم خاندانوں کے دوسو سے زائد افراد کو زبردستی۔ ہندو بنانے کی خبروں سے ہر منصف مزاج ہندوستانی سخت اذیت محسوس کررہا ہے

شرکت کرنے والے مسلمانوں نے جھوٹ کا پول کھول دیا اور بتایا کہ آگرہ کے مدھونگر کی گندی بستی کے دوسو سے زائد مسلمان جو انتہائی غریب ہیں اور خط افلاس سے بھی نیچے زندگی بسر کررہے ہیں انہیں ہندوؤں کی جانب سے یہ کہہ کر بلایا گیا تھا کہ انہیں راشن کارڈ اور پلاٹ دیے جائیں گے وہ صرف ہماری اس تقریب میں شریک ہوں اور گروپ فوٹو بنوائیں تاکہ مسلم ہندو اتحاد کا مظاہرہ کیا جاسکے تاہم جب وہ وہاں پہنچے تو ہندو انتہا پسندوں کی بڑی تعداد نے انہیں گھیر لیا، زبردستی پوجا کروائی گئی اور انکی تصویریں بنوا کر واپس بھیج دیا گیا، متاثرہ مسلمانوں کا کہنا تھا کہ انہیں خود اخبارات دیکھ کر پتہ چلا ہے کہ ان کے ساتھ کس طرح دھوکہ کیا گیا ہے، ہم حقیقی معنوں میں مسلمان تھے، ہیں اور رہیں گے، ہم نے دین اسلام کو ترک نہیں کیا اور نا ہی ایسا کرنے کا کبھی سوچ سکتے ہیں، متاثرہ مسلمانوں نے ہندوؤں کے پروپیگنڈا کا توڑ کرنے کے لئے نمازیں ادا کیں اور ہر گھر میں قرآن پاک کی بلند آواز میں تلاوت کی گئی تاکہ سب کو اس بات کا علم ہوسکے کہ یہ لوگ مسلمان ہیں۔

آگرہ میں جو حالیہ واقعہ پیش آیا ہے اس میں مسلمانوں کی غربت سے فائدہ اٹھا کر ان کے ساتھ دھوکہ کیا گیا، ہندو انتہا پسندوں کی جانب سے انتہائی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ان کا اگلا ٹارگٹ علی گڑھ ہے اور وہاں سے پانچ ہزار مسلمانوں اور عیسائیوں کو ہندو بنایا جائے گا، آگرہ میں ہندو انتہا پسندوں کی غنڈہ گردی پر راجیہ سبھا میں کانگریس اور دیگر تنظیموں نے سخت احتجاج کیا اور اسے سیکولرازم کے منہ پر بدترین طمانچہ قرار دیا ہے، مسلمانوں کی طرف سے بھی اس واقعہ کے خلاف آگرہ میں اور پورے ملک میں احتجاج کرتے ہوئے دھرنا دیا گیا۔

مال و دولت اور حرص وہوس کا سنہرا خواب دکھا کر مسلمانوں کو ہندومت میں ڈھالا جا رہا ہے، اسی طرح ۱۹۲۳ء میں بھی شدھی کرن تحریک کے ذریعے پانچ لاکھ مسلمانوں کو شدھی کرن آریائی تحریک کے ذریعے ہندو بنائے جانے کی سازش کی گئی تھی، ہوا یوں کہ:

انگریزوں کی ایک خاص پالیسی کے سبب ایک کانگریسی ہندو لیڈر شردھانند نے یہ شوشہ چھوڑا کہ ہندوستان کے مسلمان باپ دادا کے زمانہ سے ہندو تھے فقیروں کے جھانسے اور بادشاہوں کے دباؤ میں آکر یہ لوگ اپنا پرانا مذہب چھوڑ کر اشدھ ہوگئے ہیں ان کو پھر سے سمجھا بجھا کر اور دباؤ ڈال کر شدھ "پاک" بنانا چاہیے اس طرح ایک "ناپاک" تحریک شدھی کی چلائی گئی جس نے اس زمانہ کے علما کو بے چین کر دیا اور اس مذہب بیزاری سے متنفر بنا دیا بہت سی انجمنوں نے اپنے اپنے مبلغین کو اس فتنہ کے انسداد کے لئے بھیجنا شروع کیا، مدرسہ مظاہر علوم میں انجمن ہدایت الرشید پہلے سے بنی ہوئی تھی اس کے ماتحت مبلغین کے وفود علاقوں علاقوں میں بھیجے گئے اور نہایت کامیابی کے ساتھ مرتد ہونے والوں کو دوبارہ اسلام میں داخل کیا، اس زمانہ میں مدرسہ کے ناظم حضرت مولانا عبداللطیف صاحب علیہ الرحمہ تھے مدرسہ کی جانب سے ایک وفد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت مدرس تھے، کی سرکردگی میں متھرا بھیجا گیا، اسی زمانہ میں مدرسہ مظاہر علوم کے مبلغین نے چودہ دینی مکاتب قائم کئے یہ چودہ مکاتب صرف علی گڑھ اور متھرا کے علاقوں میں قائم ہوئے جس میں بہ یک وقت مجموعی طور سے ساڑھے تین سو لڑکوں نے قرآن پاک کی تعلیم اور مذہبی امور سے واقفیت حاصل کرنا شروع کیا، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب علیہ الرحمہ ۳؍اپریل ۱۹۲۳ء کو مبلغین کا وفد لے کر گئے تھے۔

۱۹۲۳ء میں مدرسہ مظاہر علوم سے ۱۶ طلبہ فارغ ہوئے تھے ان میں سے اکثر کو فتنہ ارتداد کی روک تھام کے لئے آگرہ، متھرا، بلند شہر وغیرہ کے اطراف میں بھیجا گیا ان کے علاوہ (مولانا عبدالشکور صاحب کامل پوری اور مولوی ہدایت علی صاحب بستوی) جو ایک سال قبل مدرسہ سے فارغ ہوئے تھے، اس وفد میں شامل تھے۔ ان حضرات کی مساعی سے الحمدللہ بہت سے ڈگمگاتے قدم اپنی جگہ پر جمے اور بہت سی سعید روحوں کو ثبات و استقلال نصیب ہوا۔

دین اسلام اور حامیان مذہب اسلام نے ہمیشہ ہی کائنات عالم میں امن وامان کو فروغ دینے کی عمدہ مساعی کی اور فرقہ پرستی، دہشت گردی اور تعصب پر مبنی طرز عمل کی بیخ کنی کی

دین اسلام اور حامیان مذہب اسلام نے ہمیشہ ہی کائنات عالم میں امن وامان کو فروغ دینے کی عمدہ مساعی کی اور فرقہ پرستی، دہشت گردی اور تعصب پر مبنی طرز عمل کی بیخ کنی کی، اسی دین حنیف کے داعی اور علمبردار بن کر اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اور ان کے نقوش پا پر گامزن اولیا کرام نے پوری دنیا میں امن وسلامتی کا پیغام عام کیا، تمام مخلوق کے حقوق کی حفاظت کی اور تمام انسانوں کے درمیان اونچ نیچ بھید بھاؤ ختم کرکے تمام انسانوں کو ادب واحترام کا سبق سکھایا، دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیا۔

موجودہ واقعہ جو آگرہ میں رونما ہوا اس سے ملک کی سالمیت اور امن وسلامتی کو کس قدر خطرہ ہے اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے، سیاسی فریب اور مذہبی منافرت کی آڑ میں کس انداز سے مسلمانوں کے آئینی اور مذہبی حقوق پر ڈاکہ زنی ہے؟ اس کو ہر انصاف پسند طبیعت صاف طور پر محسوس کر سکتی ہے، ایسے حالات میں ہم کس طرح اپنے بھائیوں تک اسلام اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل کے اسباب مہیا کریں تاکہ انہیں کوئی اسلام دشمن ان کی غربت وافلاس کا رونا رو کر انہیں اپنے دین سے جدا کرنے کی سازش میں کامیاب نہ ہو سکے، اب مسلمانوں کو اپنا ایمان بچانے کے لئے ایک منصوبہ بند حکمت عملی بنانی ہوگی، اولاً مسلمانوں کو اپنے عمل وکردار سے اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مذہبی منافرت کی جو فضا بنائی جارہی ہے وہ ختم ہو سکے، اسی طرح مساجد، مدارس اور درسگاہوں سے اپنے لوگوں کو خبردار کرنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح لالچ دے کر کچھ گروہ مسلمانوں کو تبدیلی مذہب کی طرف راغب کر رہے ہیں، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو سب سے پہلے دینی تعلیم کی طرف دھیان دینا ہوگا، یہ کام باقاعدہ منظم بیداری اور تعلیمی تحریک کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے، پھر اسلام کی وہ بنیادی قدریں جو مسلمان کو اخوت، انسانی حقوق اور معاشرتی امن وامان کی بحالی اور تعمیر ملک وملت کی تعلیم دیتی ہیں، ان کو شدت سے اجاگر کرنا ہوگا، بالفاظ دیگر مسلم معاشرے کو دین، دینی تعلیم اور اس کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

☆☆..............☆☆

ایک ہفتہ

حضرت شیخ الہندؒ کے دیس میں!

آخری قسط

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

اب لیجئے کہ قادیانیوں نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کے متعلق یہ تین جھوٹ تراشے۔ بار بار ان کا جواب دیا گیا۔ لیکن قادیانی کذاب باز نہ آئے۔ کذب کے منہ میں وہ...... کہ یہی فضلہ ایک جنونی قادیانی کے بیٹے یعنی قادیانی کمائی کے ماحصل عبدالمجید سالک (جو خود قادیانی کا بیٹا، قادیانی ماحول کا پروردہ، مرزا بشیر محمود کا جگری دوست، مرزا محمود کی ملعون جلوتوں اور خلوتوں کا حاضر باش تھا) نے کتاب شائع کی۔ ''یاران کہن'' جو مکتبہ ''چٹان'' سے شائع ہوئی۔ اس میں اس قادیانی کمینہ فطرت کے شاہکار عبدالمجید سالک نے مولانا ابوالکلام آزادؒ پر ان قادیانی الزامات کو پھر جنوری ۱۹۵۶ء میں شائع کر دیا۔ اللہ رب العزت کے کرم کو دیکھیں کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ کو یہ کتاب ملی تو مولانا ابوالکلامؒ کی طرف سے آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری خان محمد اجمل خان نے آغا شورش مدیر ''چٹان'' کے نام مکتوب لکھا جس میں ان تینوں باتوں کی تردید موجود تھی۔ خط ملتے ہی مدیر ''چٹان'' نے ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور کی ۱۳؍فروری ۱۹۵۶ء کی اشاعت ص۵ پہ چوکٹا شائع کیا:

''یاران کہن'' میں مولانا ابوالکلام آزادؒ سے بے بنیاد باتیں منسوب کی گئی ہیں۔ مناسب یہ ہے سالک صاحب خود اس کی تردید کریں۔ مولانا آزاد کے پرائیویٹ سیکریٹری خان محمد اجمل خان کا مکتوب۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کے پرائیویٹ سیکریٹری خان محمد اجمل خان اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں: ''مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے ایک کتاب یاران کہن کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں بعض بے بنیاد باتیں مولانا (آزاد) کے متعلق درج ہیں۔ مثلاً یہ کہ مرزا، مرزا غلام احمد کی کتب سے بہت متاثر ہوئے یا جنازہ کے ساتھ قادیان گئے وغیرہ۔ مناسب یہ ہے کہ سالک صاحب خود اس کی تردید کر دیں ... وکیل (رسالہ امرتسر) میں مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات پر جو مقالہ افتتاحیہ چھپا تھا وہ منشی عبدالحمید کپور تھلوی کا تھا۔ مولانا (آزاد) کا اس اداریہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔''

(ہفت روزہ چٹان لاہور مورخہ ۱۳؍فروری ۱۹۵۶ء ص۵)

اس تردید کے شائع ہونے کے بعد جس میں تینوں قادیانی الزامات کا جواب شافی موجود تھا۔ قادیانی گماشتے یا مولانا ابوالکلام آزادؒ کے معاند بدخواہوں کے چہروں پر جھوٹ کے کالک کا برش پھر گیا۔ اب بھی اگر کوئی ان الزامات کو دہراتا ہے تو یا تو وہ انصاف کا خون کر کے اپنی قبر کالی کرتا ہے یا قادیانیوں کی کذب بیانی کے عمل کے تسلسل کو آگے بڑھا کر ملعون قادیانی کی سنت ملعونہ پر عمل پیرا ہے۔ لیکن دیکھئے کہ جھوٹے کے منہ میں وہ...... عبدالمجید سالک جس نے یہ قادیانی الزامات دہرائے تھے۔ وہ چٹان میں اس تردید کے بعد پیچ وتاب کھا کر رہ گیا۔ ادھر ادھر فرار، اقرار وانکار کے بعد سالک صاحب نے مولانا آزادؒ کے سیکرٹری خان محمد اجمل خان کو جوابی خط لکھا جو ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور کی اشاعت مورخہ ۲۰؍فروری ۱۹۵۶ء کے ص۵ پر شائع ہوا۔ اس کے یہ جملے قادیانی الزامات کی تردید کے لئے خود عبدالمجید سالک کے قلم سے کافی ہیں۔ عبدالمجید صاحب سالک نے لکھا: ''ہوسکتا ہے کہ ان امور میں میرے (سالک) حافظہ نے میرا ساتھ نہ دیا ہو اور حضرت مولانا ہی کے وہ ارشادات درست ہوں۔ جن کی بناء پر آپ نے شورش صاحب کو مکتوب لکھا۔ بہرحال مجھے ''یاران کہن'' میں بیان کردہ واقعات کی صحت پر اصرار نہیں اور میں آپ کی تردید کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں...... سالک!''

قادیانی دماغ کا شاہکار عبدالمجید سالک تو تردید کے سامنے ''سر تسلیم خم'' ہوگیا۔ باقی معاندین اور دیگر قادیانی اسی کذاب وافتراء سے پُر، متعفن بدبو کے چوسنے پر غرارے ہیں تو انہیں فقیر راقم بھی حوالہ حالات کرتا ہے۔

البتہ ایک سترہ بہترہ کذاب نے یہ نیا انکشاف کیا ہے کہ مولانا آزادؒ کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے میرے توجہ دلانے پر یہ تردید "چٹان" میں شائع کی تھی۔ فقیر راقم نے ۱۳فروری اور ۲۰فروری ۱۹۵۶ء کے "چٹان" کے اصل شمارہ کو سامنے رکھا ہوا ہے۔ بہت ہی افسوس ہو رہا ہے کہ اس کا کہیں نام تک بھی نہیں ہے۔ آج جب کہ مولانا آزادؒ، آپ کے سیکرٹری اجمل خانؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، سالک سب وفات پا چکے ہیں تو ایک آدمی پانچواں شاہسوار بننے کے لئے یہ جھوٹ تراشتا ہے تو اسے بھی حوالہ حالات کئے بغیر چارہ نہیں۔ ورنہ حالات صاف صاف گواہی دیتے ہیں کہ یہ بھی کذب بیانی کا وہ...... منہ میں رکھنے کی دوڑ میں پاگلوں کی طرح دوڑا جا رہا ہے۔ خیر!

مزار آزاد سے واپسی:

مولانا ابوالکلام آزادؒ کے مزار مبارک پر حاضری کے بعد اس پارک کے باغیچہ سے انہیں سیڑھیوں سے اترے جن پر چڑھے تھے۔ اب ایک بار پھر دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں کے برابر گزرگاہ پر تھے۔ جس کے دائیں بائیں کھوکھا مارکیٹ۔ اب سب ساتھی ادھر ادھر ہوگئے۔ حضرت مولانا عبدالقیوم نعمانی، ان کے صاحبزادہ مولانا ابوبکر اور فقیر تین نفر، اب پھر تلاش "گھماچہ" کا چکر ایک دکاندار نے بتایا دکان نمبر ۶۵ پر چھوٹی مسجد، شوکت علی کے سامنے چلے جائیں وہاں مل جائیں گے۔ اب دکان پر آئے تو "گھماچہ" کے تھان کے تھان مل گئے۔ فقیر نے دو تھان لئے۔ مولانا نعمانی صاحب نے غالباً پانچ تھان لئے۔ فقیر نے دو گرم چادریں سفید رنگ دھاری وال کی مردانہ خریدیں۔ دو زنانہ گرم چادریں۔ چار دھوتیاں بھی لیں۔ قاری نذیر احمد صاحب نے گرم چادر فرمائی تھی اس نمونہ کی نہ مل سکی۔

لیجئے! اب ہماری خریداری مکمل ہوگئی۔

مغرب کی اذان ہوگئی تو جامع مسجد جانے کی بجائے اسی مارکیٹ کے سرے پر اور دہلی جامع مسجد کے شمال مشرق کونہ میں مسجد ہے اس میں گئے۔ دوسری منزل پر نیا وضو کیا۔ جماعت مغرب کی ایک آدھ رکعت بھی نصیب ہوگئی۔ جیسے ہی فرض پورے کئے، وہیں لیٹ گئے۔ یہی حال مولانا نعمانی صاحب کا تھا۔ کچھ ستائے بھی۔ اب جلدی واپس جانا ہے کہ مغرب کے بعد سب نے بس پر جمع ہونا تھا۔ مسجد کے صحن سے اٹھے تو دیکھا کہ ایک قبر کا چبوترہ یہاں بھی بنا ہوا ہے۔ اب دیکھا تو یہ قبر مبارک مولانا شوکت علی کی تھی۔ جو مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی تھے۔ انہیں کے نام پر یہ مسجد بھی ہے۔

مولانا محمد علی جوہر کا انتقال یکم جنوری ۱۹۳۱ء کو برطانیہ میں ہوا۔ جہاں آپ گول میز میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ تدفین بیت المقدس کی سرزمین میں نصیب ہوئی۔ مولانا شوکت علی ساتھ تھے۔ وہ بھائی کو دفن کر کے واپس آئے۔ ان کا انتقال یہاں دہلی ہوا۔ خادم کعبہ، کعبہ کی بیٹی کی آغوش میں مدفون ہے اور فقیر راقم یہاں کھڑے ایصال ثواب کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہا ہے۔

مغرب کے کچھ دیر بعد مسجد سے چلے، دکان سے سامان اٹھایا پھر اسی کھوکھا مارکیٹ سے بس پر پہنچے۔ اب یکے بعد دیگرے دوست آنے شروع ہوگئے۔ کوئی چاندنی چوک دیکھ کر آئے تھے۔ کوئی، کوئی بازار، اتنے میں مولانا زاہد الراشدی مغموم اور تھکے ہوئے آئے۔ فقیر قریب ہوا تو بتایا کہ جامع مسجد میں جوتی کھوگئی۔ اب نئی جوتی کی تلاش میں نکلا۔ موزوں کے ساتھ بغیر جوتی کے چلنا پہلا تجربہ تھا۔ جگہ جگہ کیچڑ و گندہ پانی بھی تھا۔ پہلے سے پہنے ہوئے موزوں کا تو برا حال ہونا ہی تھا۔ حال اپنا بھی ٹھیک نہیں۔ ہانپتے کانپتے ایک کھوکھے سے جوتی لی ہے۔ تھک گیا ہوں۔ پرانے موزے اتارے۔ شاپر میں ڈالے۔ مرزا غالب کے مزار سے خرید کردہ "دیوبندی موزے" پہنے اوپر جوتی پہنی تو طبیعت سنبھلی۔ عصر کے بعد سے مغرب تک جوتی نہ ہونے کے باعث مسجد میں قیام پذیر رہے۔ اب چلے تو بس تک آئے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر بہت ہی افسوس ہوا۔ اب اور دوست بھی بس پر آنے شروع ہوئے۔ یہاں سے چلے تو عشاء کی نماز جمعیت علماء ہند کے دفتر میں پڑھی۔ عشاء کے بعد کھانا کھایا۔

برطانیہ، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کے وفود بھی ہمراہ تھے۔ یہاں سے ہوٹل واپس آئے۔ سوئے تو گھوڑے بیچ کر۔ صبح اٹھے تو تر و تازہ طبیعت تھی، نماز پڑھی۔

۱۷ردسمبر کی مصروفیات:

۱۷ردسمبر ۲۰۱۳ء آج پاکستان واپسی ہے۔ صبح جلدی ناشتہ کیا۔ پھر اندرا گاندھی ایئرپورٹ پر آئے۔ دہلی سے امرتسر جہاز سے سفر تھا۔ [illegible] بک ہوا۔ بہت بڑا ایئرپورٹ ہے۔ جہاں سے امرتسر کا جہاز چلنا تھا وہاں پہنچتے پہنچتے تو بہت ہی تھک گئے۔ ابھی جہاز کے جانے میں آدھ گھنٹہ باقی۔ اب اعلان ہوگیا کہ موسم خراب ہے۔ جہاز کینسل ہے۔ ہمارے وفد کے حضرات نے میزبانوں سے رابطہ کیا۔ واپس آئے۔ سامان لیا۔ باہر نکلے تو میزبانوں نے نئی پرواز کی ٹکٹیں پکڑا دیں۔ بھاگم بھاگ پھر بورڈنگ حاصل کئے۔ تو آخری مرحلہ پر اعلان ہوگیا کہ یہ جہاز بھی کینسل۔ سامان لے کر باہر آئے تو جمعیت علماء ہند کی بھیجی

ہوئی سواریاں موجود تھیں۔ وہ لی۔ جمعیت علماء ہند کے دفتر آئے۔ عصر کی نماز پڑھی۔ ظہر ایئر پورٹ پر پڑھ لی تھی۔ کھانا کھایا۔ دراز ہوئے۔ کمر سیدھی بھی نہ ہوئی تھی کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ عشاء بھی یہاں پڑھی۔ دس بجے رات بس آئی۔ اس بس کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ رات کو لمبے روٹ پر سفر کے لئے ڈیزائن کی گئی ہے۔ اس میں گدے بچھائیں۔ اپنا اپنا کیبن بند کریں اور دو دو آدمی آرام سے لیٹ جائیں۔ اوپر نیچے کیبن تھے۔ اس میں لیٹ گئے۔ ہم سفید ریشوں پر رحم کیا گیا کہ اوپر کے کیبن میں جانے سے بچ گئے۔ گنجائش سواریوں کی بہت زیادہ تھی۔ سواریاں کم تھیں۔ اس لئے ہر کیبن میں ایک ایک ساتھی گدا بچھا کر کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا۔ چادروں، تکیوں اور کمبل کا انتظام بس روانہ کرتے وقت جمعیت علماء ہند نے کر دیا تھا۔ خوب سردی اور دھند تھی۔ جو سفر عموماً دس گیارہ گھنٹے میں ہو جانا چاہئے تھا۔ وہ اٹھارہ گھنٹہ میں ہوا۔ بس والے گاڑی کے تیل اور اپنی چائے کے لئے رکتے رہے۔ ایک جگہ وفد نے تقاضا کے لئے بھی بس رکوائی۔

۱۸ ردسمبر کی مصروفیات:

نماز فجر کے لئے بھی رکنا ہوا۔ چار بجے باڈر سیل ہو جاتا ہے۔ ہمیں امرتسر پہنچتے پہنچتے تین بج گئے تھے۔ چنانچہ امرتسر شہر میں گئے بغیر بائی پاس سے اناری کی طرف آ گئے۔ وہاں کھانا کے پیکٹ مل گئے تھے۔

اناری بارڈر کی بلڈنگ میں داخل ہوئے تو سامان قلیوں نے اٹھایا۔ عملہ نے صرف نظر ڈالی ہوگی اور پاس کر دیا۔ قلیوں نے سامان دوسری طرف گی۔ بس میں رکھا۔ اتنے میں انڈیا سے خروج کی مہر لگی۔ چند منٹ بارڈر کا پھاٹک بند ہونے میں باقی تھے کہ وہاں پہنچے۔ بس قدرت نے پہنچا دیا۔ ورنہ ڈر بہت لگ رہا تھا کہ وقت کم تھا۔ اب بارڈر کراس ہوا تو سامنے برادر مولانا عزیز الرحمن ثانی، مخدومی جناب پیر طریقت رضوان نفیس، قاری جمیل الرحمن اختر اور ان کے صاحبزادہ مولانا محمد معاویہ نظر آئے۔ اب یقین ہو گیا کہ پاکستان پہنچ گئے ہیں۔ فقیر کے سامان کے دو بیگ تھے۔ اٹھائے، رضوان صاحب کی گاڑی میں رکھے۔ پاسپورٹ پر پاکستان پہنچنے کی مہر لگی۔ گاڑی میں بیٹھے اور لاہور کی طرف چل نکلے۔ باقی وفد کی جانب مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ ظہر کی طرح عصر کا بھی ٹائم ختم ہو رہا تھا۔ دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور آ گئے۔ نمازیں پڑھیں۔ تو اب ۱۸ ردسمبر ۲۰۱۳ء کا سورج غروب ہو رہا تھا۔ اب پتہ نہیں کہ خود کاتب سفر کا ''آخری سفر'' کب ہوتا ہے۔

(ختم شد)

ردِ قادیانیت اور پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر دین محمد فریدی، بھکر

صیہونی سازش نے ابتدائے اسلام سے اسلام کے خلاف بے شمار حربے استعمال کر کے مسلمانوں میں انتشار پیدا کئے یہاں تک کے جھوٹے مدعیان نبوت برساتی مینڈکوں کی طرح پیدا کئے جب تک اسلامی حکومت قائم رہی تو حکومت کا فرض عین رہا کہ وہ جھوٹے مدعیان نبوت کا قلع قمع کرتے رہے۔ بدقسمتی سے گیارہ سو سالہ شاندار حکومت کرنے والے مسلمانوں میں غدار پیدا ہوئے اور اسلامی حکومتیں صیہونی نژاد عیسائیوں کی غلام بن گئیں۔ ان غداروں میں صفِ اول کا ایک مغل زادہ مرزا غلام مرتضےٰ بھی تھا۔ نام نہاد مسلمان کے گھر ایک بہت بڑا غدار مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا اور انگریز غاصبوں کے زیر سایہ بتدریج دعویٰ، محدث مجدد، مثیل مسیح، مہدی، مسیح ابن مریم کرتا کرتا ظلی بروزی نبوت کو پھلانگتا ہوا مقام نبوت کے سب سے اونچے درجے پر جا براجمان ہوا اور مقام محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یہ لعین آگے بڑھنے کا دعویٰ کرنے لگا۔ ابھی یہ دعویٰ مجددیت ہی پر تھا کہ لدھیانہ شہر آیا۔ لدھیانہ کے معروف بزرگ مولانا محمدؒ اور مولانا عبداللہؒ تھے۔ مولانا محمد صاحبؒ نے دیکھتے ہی کہا کہ یہ کافر ہے۔ پھر تو برصغیر کے علماء اس کے عقائد کی بنا پر یکے بعد دیگرے فتوے دیتے گئے اور ہر طبقہ خیال کے علماء اس کو کافر کہتے تھے۔ برصغیر کے صوفیا بھی میدان عمل میں اترے اور وہ مرزا قادیانی کے چیلنج کے جواب میں آئے۔

۱۸۹۸ء کے آخر میں حضرت پیر مہر علی گولڑویؒ نے حرمین کا سفر کیا اور وہاں اپنے شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدعا ظاہر کیا کہ حضرت حرمین شریفین میں رہنے کا ارادہ ہے۔ آپؒ نے اپنی خلافت سے بھی نوازا اور فرمایا: ’’مہر علیؒ واپس ہندوستان جاؤ وہاں ایک فتنہ پیدا ہونے والا ہے۔ اگر تم خاموش بھی بیٹھے رہے تو اس کا سد باب ہو جائے گا۔‘‘ حضرت گولڑویؒ واپس آئے کچھ دنوں بعد مرزائی فتنہ اپنی پوری حشر سامانیوں سے میدان میں آیا۔ حضرت پیر مہر علی گولڑویؒ کو مرزا قادیانی کا مناظرہ کا اشتہار ۲۲ر جولائی کا ۲۵ر جولائی ۱۹۰۰ء کو ملا۔ آپ نے جواب میں ۲۶ر جولائی کو ۵ ہزار کاپیاں ملک کے طول و عرض میں چھپوا کر پھیلا دیں اور مقابلہ میں ۲۳ر اگست لاہور بادشاہی مسجد پہنچ گئے۔ مرزا نے نہ آنا تھا نہ آیا۔ حضرت پیر مہر علی گولڑویؒ نے ۱۹۰۴ء تک علماء کی قیادت کی۔ مرزا حضرت گولڑویؒ کے پے در پے حملوں سے خاموش ہوا۔

کچھ دن دیکھ کر مرزا پھر آن لاہور وارد ہوا۔

اب تکوینی طور پر قیادت حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ کے ہاتھ میں تھی۔ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مرزا قادیانی اپنے حواریوں سمیت سیالکوٹ آیا اور اپنے مذہب کی تشہیر کرنے لگا۔ مرزائیوں کا خوب شہرہ تھا کیونکہ یہاں پر پہلے مرزا قادیانی ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچہری میں کچھ عرصہ ملازم رہا تھا۔ دوسرے اس وقت ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ مرزائی تھا۔ حضرت امیر ملتؒ نے سیالکوٹ کا عزم فرمایا اور تین ہفتہ تک سیالکوٹ میں مختلف مجالس میں مرزا قادیانی کو مقابلے میں آنے کا کے لئے للکارتے رہے مگر مرزا قادیانی کو ہمت نہ ہوئی۔ بلکہ سیالکوٹ کے ایک اہم آدمی نے امیر ملتؒ کے روزانہ کے لنگر دیکھ کر کہا کہ: ’’پیر جماعت علی کے لنگر سے روزانہ سینکڑوں آدمی کھانا کھاتے ہیں کہیں چندے کی اپیل ہے نہ کوئی منظم جماعت اس کی پشت پر ہے جبکہ مرزا قادیانی چندے کی اپیلوں پر اپیلیں کرتا ہے اور انگریز حکومت اس کی پشت پر ہے۔‘‘ مرزا قادیانی امیر ملت کے پے در پے حملوں سے خائف ہو کر سیالکوٹ سے نو دو گیارہ ہوا۔

اسی دوران کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ مرزا قادیانی کا امام نماز مولوی عبدالکریم لنگڑا تھا۔ یہ عالم تو تھا۔ بدقسمتی سے مرزا کے چنگل میں پھنس گیا۔ سیالکوٹ میں ایک جگہ تقریر کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے واقعہ میں طنزیہ کہا کہ کہتے ہیں کہ براق آیا براق آیا۔ جب مکہ سے گئے گوڈے پتھروں میں تڑوا کر بھاگ رہا تھا۔ اس وقت براق کیوں نہیں آیا۔ (نعوذ باللہ)

یہ بات حضرت امیر ملتؒ کو پہنچی تو آپ نے تقریر کرتے ہوئے جوش میں آ کر میز پر ہاتھ مارا۔ رات کو ایک شخص نے خواب دیکھا کہ عبدالکریم لنگڑا کمر کے گرد پٹکا باندھے کھڑا ہے۔ اس نے پوچھا کہ

کیا ہوا تو عبدالکریم کہنے لگا کہ امام زین العابدینؒ نے پنجہ مارا ہے۔ عبدالکریم کو دنبل پھوڑا نکلا اور تڑپ تڑپ کر جان دی۔

اسی طرح کا ایک واقعہ اور ہے۔ حکیم نوردین بھیروی جو کہ بعد میں مرزا کی گدی پر بیٹھا۔ اس نے نارووال سیالکوٹ میں اپنا تبلیغی کیمپ لگایا۔ سادہ لوح لوگ اس کے دام فریب میں پھنسنے لگے۔ حضرت امیر ملتؒ بیمار تھے۔ چارپائی سے اٹھا نہیں جاتا تھا۔ آپ کو علم ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ میری چارپائی ہی اٹھا کر نارووال لے چلو کہ اس فتنہ کی سرکوبی میں اپنا فرض ادا کرسکوں۔ چنانچہ چار بیٹے ہر جمعہ آپ کو چارپائی پر اٹھا کر لے جاتے رہے۔ آپ نے مرزائیت کے تاروپود بکھیر دیئے۔ لاچار حکیم نوردین کو وہاں سے فرار ہونا پڑا۔

مرزا قادیانی حضرت پیر سید جماعت علی شاہؒ کے پے در پے حملوں سے بہت جزبز تھا۔ ۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو اپنی اہلیہ کے علاج کے بہانے لاہور میں اپنے مرید خاص خواجہ کمال دین کے مکان پر آ مقیم ہوا اور اپنا زہر پھیلانے لگا۔ ان کے ساتھیوں نے لاہور کے مختلف گوشوں کو اپنا نشانہ بنایا۔ اہالیان لاہور حضرت امیر ملتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت لاہور تشریف لائے مرزا قادیانی کی رہائش کے سامنے موچی دروازہ پر اپنی مجالس وعظ وتقریر شروع کردی اور تردید مرزائیت کا کام جاری کردیا اور مرزا کو اپنی صداقت ثابت کے لئے للکارا اور ساتھ ہی پانچ ہزار روپیہ کا اعلان کردیا (یہ اس وقت کے پانچ ہزار آج کے پانچ کروڑ کے برابر ہیں) مرزا کو مقابلے میں آنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ کسی نے مرزا کو کہا کہ: ''پیر جماعت علی کہتا ہے کہ مرزا بھاگ جائے گا۔'' مرزے نے ڈینگیں ماریں کہ: ''میں ۱۲ سال تک جانے والا نہیں'' یہ بات امیر ملت تک پہنچی انہوں نے کہا کہ: ''ہم چوبیس سال بھی یہاں رہنے کو تیار ہیں مگر مرزا کا تو خدائی فیصلہ ہوچکا ہے۔'' مگر یہ بات کسی کو سمجھ نہیں آئی۔ برصغیر کے تمام مسالک نے حضرت امیر ملت کو اس وقت قادیانیت کے مقابلے میں اپنا قائد تسلیم کرلیا۔ ۲۵، ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کی درمیانی رات بادشاہی مسجد لاہور میں تمام مسلمانوں کا جلسہ عام ہوا۔ اور دس بجے رات امیر ملتؒ نے کہا کہ: ''میں پیشگوئی کرنے کا عادی نہیں کل دیکھنا کیا ہوگا۔'' اس وقت عوام نے اس کو معمولی بات سمجھا اسی وقت مرزا کو ہیضہ ہوا۔ ڈاکٹروں نے دست بند کرنے کی ایسی دوائی دی کہ گندگی منہ کے راستے خارج ہونا شروع ہوگئی۔ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو مرزا لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر واصل جہنم ہوا۔ ☆☆

دفاع ختم نبوت کانفرنس ٹل

ٹل، کوہاٹ (رپورٹ: مولانا عبدالرشید) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پروگرامات اپنے معمول کے مطابق ملک کے چاروں صوبوں اور ہر ضلع میں ہوتے رہتے ہیں تاکہ سادہ لوح مسلمان جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کی عیاریوں، مکاریوں اور اس کے پیروکاروں کے مکر و فریب سے محفوظ رہ سکیں۔ اسی سلسلے میں کوہاٹ ڈویژن ضلع ہنگو تحصیل ٹل میں عظیم الشان دفاع ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد کی آمد پر راقم نے کوہاٹ کے دوستوں مولانا مجاہدین صاحب امیر مجلس کوہاٹ، بھائی محمد علی، بھائی احتشام اور دیگر کے ہمراہ استقبال کیا اور مولانا کی آمد پر دل سے خوشی کا اظہار کیا۔ پھر طے شدہ پروگرام کے مطابق صبح بروز منگل ۲۳ ردسمبر ۲۰۱۴ء بمطابق ۳۰ رصفر المظفر ۱۴۳۶ھ مولانا قاضی صاحب سمیت تمام احباب کوہاٹ سے ٹل کے لئے روانہ ہوئے اور ٹھیک بارہ بجے ٹل کی مشہور درسگاہ دارالعلوم عربیہ ٹل پہنچے۔ دارالعلوم ٹل کے اساتذہ کرام نے بہت خوشی کے ساتھ استقبال کیا، مولانا عبدالوہاب نے جن کی کاوشوں سے یہ پروگرام عمل میں آیا، مہمانوں کی تواضع کے لئے چائے اور کھانے کا بہترین بندوبست کیا تھا، پھر نماز ظہر کے فوراً بعد مرکزی گنبد مسجد میں باقاعدہ پروگرام کا افتتاح مولانا قاری ولی اللہ کی تلاوت سے ہوا۔

اس پروگرام میں مولانا عباس، مولانا علیم اللہ کے بیانات اور مولانا زاہد کے استقبالیہ کلمات کے بعد مہمان خصوصی مولانا قاضی احسان احمد کے تفصیلی بیان نے مجلس کے حسن کو چار چاند لگادیئے۔ عوام اور خواص نے پرجوش انداز میں شرکت فرماکر عشق رسول کا ثبوت دیا اور سب نے وعدہ کیا کہ اس کام کو اوڑھنا بچھونا بنائیں گے اور قادیانیوں کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کریں گے اور اسی طرح کے پروگرامات آئندہ بھی جاری رکھیں گے۔ ان شاء اللہ!

آخر میں عصر کی نماز سے کچھ پہلے شیخ الحدیث مفتی سردار صاحب نے اختتامی کلمات اور دعا فرمائی۔ ہم دعاگو ہیں ان تمام احباب کے لئے جنہوں نے اس پروگرام میں تعاون کیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تحریکِ ختم نبوت..... آغاز سے کامیابی تک

قسط:۱۳

مسعود ساحر

اٹارنی جنرل: ''مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ ثانی نے اخبار جاری کیا، سرمایہ کاری کی، پھر جماعت کو تحفہ دے دیا کہ اب وہ نگرانی کریں گے؟''

مرزا ناصر: ''ہمارا احمدیوں کا تعلق کچھ نرالا ہے۔''

اٹارنی جنرل: ''یہی تو رولا (چکر) ہے۔''

مرزا ناصر: ''ہمارا تعلق نرالا ہے، اس میں قانونی کیفیت مشکل ہے۔''

اٹارنی جنرل: ''یہی تو رونا ہے (چکر بازی اور فریب کاری کی کیا نادر مثال ہے، دعویٰ آسمانوں سے ربط و تعلق کا اور چند قدم کے فاصلے کی آواز سماعت کی گرفت میں نہیں آتی، یہ معذوری ہے یا فریب کاری)۔''

مرزا ناصر: ''ایک سوال کیا گیا تھا چاند اور سورج گرہن کا، لیکن یہ تو شعر ہے۔''

اٹارنی جنرل: ''مرزا صاحب کا ہر حوالہ غلط فہمی پیدا کرتا ہے اور کئی حوالے اکٹھے پڑھیں تو حقیقت اور بھی عیاں ہو جاتی ہے، کہتے ہیں کہ میرے لئے چودھویں کا چاند...... پھر آگے بڑھ کر اپنے معجزات تین لاکھ بتاتے ہیں، علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ ''یہ (مرزا) حضور علیہ السلام سے بھی خود کو بہتر سمجھتا ہے (نعوذ باللہ) یہ ایسی باتیں ہیں، جو عام مسلمانوں کو یہ تاثر دے رہی ہیں کہ مرزا غلام احمد نے صرف نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، امتی اور کمتر نبی کا بھی نہیں، بلکہ پہلو بہ پہلو کھڑا ہو گیا۔ مقابلہ کیا اور کہتا ہے کہ میں بہتر ہوں۔ ''میں اس تاثر کی وضاحت چاہتا ہوں؟''

مرزا ناصر: ''آپ کا استدلال وزنی ہے کہ پچاس حوالہ جات سے یہ تاثر ہوا، مگر پچاس کے مقابلے میں پچاس ہزار ایسی عبارتیں ہیں کہ وہ اپنے آپ کو حضور کا خادم کہیں تو؟''

اٹارنی جنرل: ''مرزا صاحب پچاس ہزار یا ایک کا سوال نہیں، شیطان ایک سجدہ نہ کرنے پر مارا گیا، پھر ایک ہزار سال سجدوں میں سر مارا تو کیا مارا۔ آدمی سو سال عبادت کرتا ہے، اللہ کو مانتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے، اگر ایک دفعہ انکار کر دے کافر ہو جاتا ہے۔''

مرزا ناصر: ''مگر ایک سجدے کے بعد پچاس ہزار نیکی کے سجدے ہوں؟''

اٹارنی جنرل: ''ایک سجدے سے انکار کر کے وہ شیطان ہے، بعد میں پچاس ہزار سجدے کرے تو بھی شیطان ہے، اسمبلی خود بھی ان حوالوں کو پڑھ کر کسی نتیجہ پر پہنچ سکتی ہے، مگر آپ کو تکلیف دے رہے ہیں۔''

مرزا ناصر: ''میں بڑا ممنون ہوں۔''

اٹارنی جنرل: ''مرزا صاحب کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف سورج گرہن ہوا، میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا...... یہ پھر کہا کہ آپ کا زمانہ ہلال کا تھا، یعنی پہلی رات کا اور میرا زمانہ چودھویں رات کا ہے۔ (استغفر اللہ)''

مرزا ناصر: ''یہ تو ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام کی پہلی صدی پہلی کے چاند کی طرح اور چودھویں صدی چودھویں کے چاند کی طرح، اپنے عروج پر چودھویں کے چاند تک پہنچے گا کہ نہیں؟''

اٹارنی جنرل: ''میرا سوال یہ تھا کہ حضور علیہ السلام کے وقت چاند کی حالت پہلی شب کے چاند کی طرح تھی، مگر مرزا صاحب کے وقت چودھویں رات کا چاند بدر کامل ہو گیا۔''

مرزا ناصر: ''حضور علیہ السلام کے زمانے میں اسلام عرب میں تھا، اب افریقہ اور آسٹریلیا تک پہنچ گیا۔''

اٹارنی جنرل: ''یہی پوچھ رہا ہوں کہ چاند بدر کامل ہو گیا؟''

مرزا ناصر: ''اسلام۔''

اٹارنی جنرل: ''مرزا غلام احمد کی موجودگی میں اسلام مکمل ہو گیا؟''

مرزا ناصر: ''بن جائے گا۔'' اٹارنی جنرل: ''اب تو مرزا صاحب نہیں رہے؟''

مرزا ناصر: ''میرے زمانے میں مرزا صاحب تو حضور علیہ السلام کے کمانڈر انچیف تھے۔''

اٹارنی جنرل: ''دین کا تعلق حضور علیہ السلام کے زمانے تک تھا کہ وہ رات کے چاند کی طرح؟''

مرزا ناصر: ''نہیں، قیامت تک۔''

اٹارنی جنرل: ''قیامت تک دین کی ترقی حضور علیہ السلام کی ترقی شمار ہوگی، مگر مرزا ناصر! آپ تو کہتے ہیں کہ سرکار دو عالمؐ کے زمانے میں اسلام جزیرۂ عرب سے نہیں نکلا؟''

مرزا ناصر: ''میں گناہ گار ہوں، ایک بات پیدا کر دی، جو میں نے بات کہی، اللہ مجھے معاف کرے۔''

اٹارنی جنرل: ''میں وضاحت چاہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کی زندگی میں.....؟''

مرزا ناصر: ''قیامت تک۔''

اٹارنی جنرل: ''وضاحت چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسلام ہلال کی طرح یعنی پہلی تاریخ کے چاند کی طرح اور مرزا غلام احمد کے زمانے میں بدر کامل یعنی چودھویں رات کی طرح مکمل ہوگیا؟''

مرزا ناصر: ''آپ کتاب دیں۔''

اٹارنی جنرل: ''مولانا ظفر احمد انصاری! ''خطبہ الہامیہ'' کی عبارت سنا دیں اور کتاب دے دیں۔''

مرزا ناصر: ''کتاب دے دیں، دوسرے اجلاس میں آپ کو بتا دیں گے۔'' اجلاس ساڑھے سات بجے شام تک ملتوی ہوگیا۔

ایک صدی کی جدوجہد کو ارض موعود کی منتخب پارلیمنٹ نے دو ماہ کی مختصر مدت کے کوزے میں بند کیا اور مرزا غلام قادیانی ملعون اور اس کے جانشینوں کو دلائل کے کھونٹے پر باندھا اور رٹہ ترانے کے ہر حربے کو ناکام بنا دیا۔ دو مہینے میں ۱۲۸ اجلاس اور ۹۶ نشستوں میں مرزا غلام قادیانی کے جانشین مرزا ناصر کی زبان سے اپنے دادا اور اس کے ماننے والوں کے کفر کا اعتراف کرایا اور مکمل اتفاق رائے سے اس گروہ کے باطل ہونے پر آئین اور قانون کی مہر ثبت کی۔ اس کے لئے پارلیمنٹ پوری امت کی تحسین کا بجا طور پر مستحق ہے۔ ارکان اسمبلی نے جس گہری لگن، توجہ اور اخلاق و شائستگی اور انصاف کے تمام تقاضوں کے ساتھ اس معرکے میں فتح حاصل کی، اس کا صلہ تو رب کریم ہی دے سکتے ہیں اور دنیا میں ان بزرگوں نے جو کروڑوں مسلمانوں کی محبت و احترام اور عزت حاصل کی، وہ ان کے حق سے زیادہ امت مسلمہ کی ذمہ داری تھی۔ ان میں سے کوئی بھی دولت، دنیا یا منصب و عہدے کا طلب گار نہ تھا۔ سب درویشی اور فقر و تقویٰ اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی کو سرمایہ حیات سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں اور یقیناً آخرت میں جب سورج سوا نیزے پر ہوگا تو دامن مصطفیٰ ان کو دماغوں کو ابال دینے والی تپش سے بچائے گا۔ یہ پوری ایک صدی کا گند تھا، جسے صاف کرنے میں انگریز اور اس کے ذہنی مزارعوں نے پوری قوت استعمال کی، مگر وہ مٹ کے رہی کہ برائی تھی۔ عقیدے، ایمانیات اور معتقدات کی وادی جو ذہنوں کو اجالتی، دلوں میں محبت اور سرشاری پھیلاتی، بستیوں کو مہکاتی ہے، اس میں دھتورے اور بھنگ کے نجس پودے آخر کب تک گوارہ کئے جا سکتے تھے۔ اب یہ رب تعالیٰ کی شان ہے کہ ان کی آئینی بیخ کنی کی کلغی کن کا مقدر بنائی۔

بہرحال ۲۰ اگست کو صاحبزادہ فاروق علی خان کی صدارت میں خصوصی کمیٹی کا اجلاس صبح دس بجے شروع ہوا اور دوپہر تک جاری رہا، پھر شام ساڑھے سات بجے دوبارہ شروع ہوا اور تقریباً پانچ گھنٹے جاری رہنے کے بعد اس عذر پر اگلے دن ۲۱ اگست ساڑھے پانچ بجے تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا کہ مرزا ناصر ''تھکن'' کا شکار ہوگیا یا اس کا اظہار کر رہا تھا۔ شام کے اجلاس کا آغاز مرزا ناصر کے جواب سے ہوا جو ''خطبہ الہامیہ'' کے بارے میں استفسار سے تھا۔

مرزا ناصر: ''خطبہ الہامیہ میں بدر اور پہلی رات کے چاند کی بات، مگر اس میں حضور علیہ السلام کو نہیں کہا کہ وہ پہلی رات کا چاند، بلکہ اسلام کو کہا۔''

اٹارنی جنرل: ''حضور علیہ السلام کے زمانے میں اسلام کی مثال پہلی رات کے چاند کی طرح اور مرزا صاحب کے زمانے میں چودھویں رات کے چاند کی طرح بدر کامل، یکم جنوری ۱۹۱۶ء میں مرزا محمود خلیفہ ثانی کہتے ہیں کہ آپ (مرزا صاحب) نے ہلال اور بدر کی مثال سے یہ دقیق سکہ کمال خوبی سے ہر کس و ناکس کو اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا کہ چودھویں کا چاند مسیح موعود ہی تو ہے، جو چاند رات کے وقت تھا، یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بس اس کا پہلی حالت سے بڑھ چڑھ کر شاندار ہونا محل اعتراض کیسے ہو سکتا ہے؟''

مرزا ناصر: ''آپ خطبہ الہامیہ کی بات کریں، وہ بدر ہیں، حضور علیہ السلام بھی بدر تھے، زمانہ اسلام کا پہلی رات سے بدر کامل بن جائے!''

اٹارنی جنرل: ''اس میں مرزا غلام احمد کا ذکر نہیں؟''

مرزا ناصر: ''یہ میں نے نہیں کہا، نہیں نہیں۔''

اٹارنی جنرل: ''مرزا محمود کہتے ہیں کہ چودھویں کا چاند مسیح موعود ہی ہے؟''

مرزا ناصر: ''یکم جنوری ۱۹۱۶ء...... میں چیک کروں گا، لیکن حضور علیہ السلام کا دین مسیح موعود اور مہدی معہود کے زمانے میں بدر کامل ہوگیا تو حضور علیہ السلام ہی چمکیں گے، دوسری بار۔''

اٹارنی جنرل: ''اب آپ کے نزدیک مرزا صاحب مہدی اور مسیح موعود ہیں تو ان کا چمکنا اور آنا حضور علیہ السلام کا چمکنا اور آنا ہے۔ گویا مرزا صاحب کیا آئے حضور علیہ السلام آگئے؟''

مرزا ناصر: ''آخری زمانہ۔''

اٹارنی جنرل: ''چلو مرزا صاحب کا آخری زمانہ ہے۔ چودھویں رات کا چاند بنا ان کے زمانے میں! ہندوستان سے مسلمانوں کی حکومت ختم ہوگئی، انگریز آکر بیٹھ گیا۔ مڈل ایسٹ میں مسلمانوں کی حکومتیں ختم ہوگئیں اور آپ کہتے ہیں کہ پورا چاند بن گیا، مرزا صاحب کے زمانے میں اسلام کتنا پھیلا؟''

مرزا ناصر: ''یہ مرزا صاحب کی زندگی کی بات

نہیں، بلکہ قیامت تک مسیح کا زمانہ محدود نہیں!"

اٹارنی جنرل: "حضور علیہ السلام کا زمانہ مہدی ومسیح موعود تک یعنی مسیح موعود آئیں گے تو اسلام پھیلے گا، مسیح موعود آگئے، اسلام کیا پھیلا کہ ہندوستان سے بھی اسلام کی حکومت ختم ہوگئی، اب مسیح موعود کا زمانہ قیامت تک یہ کیا فلسفہ آپ فرما رہے ہیں؟"

مرزا ناصر: "آپ ان کے زمانے کو محدود نہ کریں، بلکہ جیسے حضور علیہ السلام کے خلفاء کا زمانہ، اب مسیح موعود کا زمانہ، میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اب تین صدیوں تک اسلام پھیل جائے گا، امریکہ سمیت دنیا بھر میں۔ یہ میرا ایمان ہے۔"

اٹارنی جنرل: "پہلے آپ قیامت تک کہتے تھے، اب تین صدیاں، اچھا؟"

مرزا ناصر: "عماد الدین پادری تھا جو اسلام کے خلاف انیسویں صدی کے نصف آخر میں....."

اٹارنی جنرل: "۱۹۴۹ء کا کوئی خاص واقعہ جس کے جواب میں کہا کہ ہم دشمن کو کھا جائیں گے، کیا پاکستان میں کوئی خاص واقعہ ہوا؟"

مرزا ناصر: "ہم ساری دنیا میں عیسائیوں کے خلاف جنگ کر رہے ہیں، ساری دنیا کے لئے یہ خطبہ ہے۔"

اٹارنی جنرل: "کیا میں سمجھوں کہ آپ ۱۹۴۹ء کا خاص واقعہ عیسائیوں کے متعلق پیش نہیں کر سکے، جس کے یہ معنی ہیں کہ مرزا محمود نے عیسائیوں کے متعلق نہیں، بلکہ مسلمانوں کے متعلق کہا کہ یہ ہمارے دشمن ہیں، ہم ان کو کھا جائیں گے، اس لئے کہ ۱۹۴۹ء میں آپ لوگ طاقتور تھے، آپ کو نشہ تھا مسلمانوں کو ختم کرنے کا۔ آپ بات مختصر کریں اور صاف جواب دیں، تاکہ آخر لاہوری پارٹی کو بھی بلانا ہے؟"

مرزا ناصر: "اگر آپ ختم کرنا چاہتے ہیں تو میری طرف سے ٹھیک ہے۔"

اٹارنی جنرل: "لیکن میرے سوال کا جواب تو دیں؟"

مرزا ناصر: "وہ نیچ المعنی قابل اعتراض نہیں، مسلمان بھی تو ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، باقی وہ مسلمان، عیسائیوں کی طرح ...... مجھے حوالہ نہیں ملا۔"

اٹارنی جنرل: "مجھے یقین ہے ایک دو دفعہ ایسی باتیں ہوئی ہیں، جس سے اسمبلی ممبران کو یہ شک ہوتا ہے کہ جس حوالے کی آپ تاویل کر سکتے ہوں، وہ ضرور لے آتے ہیں، پورا جواب دینے کی کوشش نہیں کرتے، جو آپ کے حق میں نہیں ہوتا، ٹال جاتے ہیں۔ معاف کیجئے میں اس واسطے کہہ رہا ہوں کہ میں نے آپ سے ایک سوال پوچھا کہ کیا مرزا محمود نے یہ بات کہی یا مرزا غلام احمد نے یہ بات کہی، آپ نے کہا کہ نہ میں تردید کرتا ہوں اور نہ تائید کرتا ہوں؟"

مرزا ناصر: "میں نے یہ بھی کہا کہ میں جب تک دیکھ نہ لوں۔"

اٹارنی جنرل: "میں نے کہا کہ یہ مرزا غلام احمد کا حوالہ ہے، آپ نے کہا کہ ہاں ہاں یہ سوال منیر کمیٹی نے بھی ہم سے پوچھا تھا، ہم نے بھی جواب دیا، اس کے معنی ہیں جواب تیار تھا، پھر بھی آپ کہتے ہیں کہ نہ میں تردید کرتا ہوں، نہ تائید کرتا ہوں۔"

مرزا ناصر: "نہیں نہیں۔"

اٹارنی جنرل: "نہ خصوصی کمیٹی کے ریکارڈ پر ہے، کوئی پابندی نہیں، قومی اسمبلی قانون ساز ادارہ ہے، عدالت میں ملزم بلائے جاتے ہیں؟"

مرزا ناصر: "یہ آپ کی بڑی مہربانی ہے، وہ نظم جو البدر ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی، جس میں مرزا غلام احمد حضور علیہ السلام سے بڑھ کر ہے، اس میں جزاک اللہ والی بات نہیں ہے۔"

اٹارنی جنرل: "جزاک اللہ والی بات تو الفضل میں ہے، البدر میں نظم شائع ہوئی تو میرا گمان بالکل صحیح ہے کہ مرزا غلام احمد نے البدر ضرور پڑھا ہوگا تو کیا مرزا غلام احمد نے البدر میں اس نظم کے شائع ہونے کے بعد تردید کی؟"

مرزا ناصر: "میری نظر سے نہیں گزری۔"

اٹارنی جنرل: "ٹھیک ہے ۱۹۰۶ء میں یہ نظم چھپی، ۱۹۴۴ء تک الفضل میں اس کی مذمت نہیں کی، ۱۹۴۴ء میں لاہوری پارٹی کے محمد علی نے اعتراض کیا تو اس کے جواب میں کہا گیا کہ وہ کون ہے اعتراض کرنے والا؟ اسے تو خود مرزا غلام احمد نے سنا تھا، شرف سماعت حاصل کر چکی ہے، مرزا غلام احمد نے جزاک اللہ کہا، بعد میں اس کی تردید کر رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد کی موجودگی میں پڑھا گیا یہ ریکارڈ پر ہے، تردید کرنہیں پڑھا گیا آپ اپنے ذوق سے کر رہے ہیں۔ اچھا کیا جو کہتا ہے کہ غلام احمد شان میں بڑھ کر ہے، اس کو آپ نے جماعت سے خارج کیا؟"

مرزا ناصر: "نہیں کیا، وہ قسم اٹھا کر کہتا ہے کہ میرا یہ مطلب نہیں۔"

اٹارنی جنرل: "وہ تو کہتا ہے کہ میں نے مرزا صاحب کی موجودگی میں پڑھا، یہ محمد علی اعتراض کرنے والا کون ہے؟"

مرزا ناصر: "اگر اس نے مجددین سے تقابل کیا تو اور بات ہے، اگر حضور علیہ السلام سے تقابل کیا تو جھوٹا کافر ہے۔"

اٹارنی جنرل: "مرزا غلام احمد نے کہا کہ جزاک اللہ، آپ کہتے ہیں کہ کافر ہے۔ خیر آگے چلئے، مرزا غلام احمد نے کہا کہ میں نے انگریز کی تعریف میں جو کتابیں لکھیں، وہ پچاس الماریوں میں رکھی ہیں تو وہ آپ کے پاس ضرور ہوں گی؟"

مرزا ناصر: "مرزا صاحب کی تمام کتابیں موجود ہیں۔"

(جاری ہے)

قائداعظم کا پاکستان!

آخری قسط

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہ

"ضرورت ہے مستقبل کے لائحہ عمل میں سب سے پہلا مقام تعلیم کو دیا جائے۔ ایسا تعلیمی نظام جس کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر ہو۔ جس تعلیمی نظام سے گزرنے کے بعد بچہ اسلامی نظام میں نشوونما پائے۔ تاکہ اپنی عملی زندگی میں ملت اسلامیہ کی صحیح خدمت سرانجام دے۔ میں اعلیٰ تعلیم کے مقابلے میں ابتدائی تعلیم کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔ ابتدائی تعلیم بنیاد ہے جس کی مضبوطی پر عمارت کے استحکام کا انحصار ہے۔ یاد رکھو! قوم کی بدعملی صرف اخلاقی پستی ہی پیدا نہیں کرتی۔ بلکہ اس قوم کی سیاسی غلامی اس کا سب سے بڑا سبب ہے۔

میرے عزیزو! دوسرا اہم مسئلہ جو اس کمیٹی کے دائرہ کار میں ہے وہ "آپ کا معاشی نظام" ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ دنیا کی موجودہ کشمکش سراسر معاشی ہے۔ جو لڑائی اس وقت لڑی جا رہی ہے۔ اس کے اسباب پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو معاش اور صرف معاش ہی اس کی تہہ میں کارفرما ہے۔

اسلام کا معاشی نظام

اسلام کا آفتاب اس وقت طلوع ہوا جب ایک طرف دنیا میں سیم و زر کے فلک بوس پہاڑ تھے۔ دوسری طرف بھوک و افلاس کے عمیق غار تھے۔ نام نہاد پیشواؤں نے مذہب کو آلہ کار بنا کر بنی نوع انسانی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ خود ساختہ اصولوں کے تحت اعلیٰ اور ادنیٰ کے درمیان امتیاز پیدا کر دیا۔ شہنشاہیت اور سرمایہ داری کا دور دورہ تھا۔ حضرت محمد ﷺ نے "لا الہ الا اللہ" کہہ کر:

۱..... ہلالِ حق سے باطل کی ساری عمارتوں کو مسمار کر دیا، انسانیت کی سطح ایک کر دی۔

۲..... امتناع سود سے سرمایہ داری کی جڑ کاٹ دی۔

۳..... وراثت کے قانون سے دولت جمع ہونے کے راستے روک دیے۔

۴..... زکوٰۃ نے اس دولت کو جو کسی نہ کسی طرح ان موانع کی موجودگی میں جمع ہو جاتی تھی، تقسیم کر دیا۔

۵..... ارتکاز دولت اور ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ کر دیا۔

۶..... جمع مال کی مذمت اور انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کے ذریعے مدینہ منورہ کو (عہد رسالت کے آخری ایام میں) مسکین کے وجود سے خالی کر دیا۔

۷..... الارض للہ کا قرآنی پیغام سنا کر نبی امین ﷺ نے زمین کی ملکیت کو خدا اور اس کے خلیفہ یعنی اسلامی ریاست کے لئے مشترک قرار دیا کسی فرد واحد کو یہ حق نہ رہا کہ ان کے ذریعے دولت کے ذخیر جمع کر لے۔

۸..... نہر دریا اور معدنیات سب ریاست اسلامیہ کی مشترکہ قرار دے کر غریب کو حصہ دار بنایا۔

کیا اس معاشی نظام کی موجودگی میں کسی اور معاشی نظام کی طرف نگاہ دیکھنے کی ضرورت ہے؟

برادران ملت! یاد رکھیے پلاننگ کمیٹی کا تقرر آپ ﷺ کی سیاسی زندگی کی نشاۃ ثانیہ ہے۔ وہ قوم جو تعلیمی، معاشی حیثیت سے آزاد نہ ہو۔ سیاسی حیثیت سے بھی آزاد نہیں ہو سکتی۔ تعلیمی اور معاشی غلامی کے ساتھ سیاسی آزادی غلامی کی بدترین قسم ہے۔

آپ کی توجہ خصوصیت سے اس امر کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ پاکستان کا مطالبہ کر کے اگر ایسا ملک چاہتے ہیں جس میں پاک لوگ رہتے ہیں تو میرے دوستو! یاد رکھو جسمانی ناپاکی دور ہو سکتی ہے اور آسانی کے ساتھ دور ہو سکتی ہے۔ لیکن ذہن و فکر اور قول و عمل کی ناپاکی وہ گندگی ہے جس کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء جیسی ہستیاں بھیجیں۔ وہ گندگی اس وقت دور ہو سکتی ہے جب نبی کی اتباع کی جائے۔ کیا ان ناپاکیوں میں آلودہ ہو کر جھوٹ کو اپنا شعار بنا کر، مکر و فریب میں مبتلا ہو کر اور ظلم و استبداد کو جاری رکھ کر ہم دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم پاک ہیں؟ اگر ان گندگیوں سے پاک نہ ہوئے اور ہندوستان کو خود مختار حکومت بھی مل گئی تو کیا وہ پاکستان کہلانے کا مستحق ہوگا؟ پاک ہونے کی کوشش کو آج سے شروع کرو اور یاد رکھو کہ نہ صرف پاکستان میں رہنے کے لئے پاک بننے کی ضرورت ہے بلکہ پاکستان کے حصول کے لئے بھی پاک بننے کی ضرورت ہے۔"

مرض الوفات میں قائداعظم کی خواہش

قائداعظم نے واضح الفاظ میں اپنی بیماری کے دوران اپنے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے کہا گویا ان کی آخری خواہش تھی جس کا اظہار انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ کیا: "تم جانتے ہو جب مجھے احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے۔ یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ رسول خدا ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب پاکستانیوں کا فرض ہے کہ اسے خلافت

راشدہ کا نمونہ بنائیں۔ تا کہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔“

(ڈاکٹر ریاض علی شاہ روزنامہ جنگ ۱۹۸۸ء)

اس سے معلوم ہوا کہ قائد اعظم ملک میں خلافت کا نظام جاری کرنا چاہتے تھے۔ خلافت کے نظام میں اقتصادی نظام جس میں ریاستی وسائل سے سب کو متمتع ہونے کا موقع دیا جائے۔ معاشی اعتدال قائم ہو۔ ایسا نہ ہو کہ دولت امیروں کے درمیان گھومتی رہے۔ عام لوگ زندگی کی بنیادی ضرورت کو ترستے رہیں۔ ریاست پر لوگوں کی بنیادی ضرورتوں کی ذمہ داری ہے۔ تا کہ کوئی شخص بھوکا ننگا نہ ہو۔ کوئی تعلیم، علاج ومعالجہ اور چھت سے محروم نہ ہو۔ قائد اعظم پاکستان کے اقتصادی نظام کو اسلام کے لازوال، بے مثال اصولوں پر ترتیب دینا چاہتے تھے۔

پاکستان اسلامی ریاست ہے:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قائد اعظم اسلامی نہیں مسلم ریاست بنانا چاہتے تھے اور قائد اعظم کے متعلق یہ کہنا کہ وہ سیکولر ریاست قائم کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے ۱۹۴۸ء میں سٹیٹ بنک کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے پاکستان میں اسلام کے مطابق غیر سودی بینکاری پر زور دیا اور فروری ۱۹۴۸ء کو گورنری حیثیت سے امریکی عوام سے خطاب کے دوران ان پر واضح کیا کہ پاکستان اسلام کے ابدی اصولوں کے مطابق عوام کے نمائندوں کے ہاتھوں تشکیل دیا جائے گا۔ اسلام کی برتری بیان کرتے ہوئے بابائے قوم نے کہا کہ ۱۳۰۰ سال سے جاری وساری تقسیم کے بعد ہندوستان، پاکستان دو آزاد ریاستوں کی حیثیت سے وجود میں آ گئے۔ دونوں میں مسلم، غیر مسلم اقلیتیں موجود ہیں۔ ان کی شہریت پاکستانی، ہندوستانی ہے۔ اس پر صحافی نے سوال کیا کہ اس سے دو قومی نظریے کی نفی تو نہیں ہوتی؟ تو قائد اعظم نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ اب دو قومی نظریہ خیالی نہیں بلکہ حقیقی نوعیت اختیار کرے گا۔ چونکہ اس کی بنیاد پر دو ریاستیں وجود میں آئی ہیں۔

(ماخوذ از مضمون حکیم اختر روزنامہ اسلام ۱۴ اگست ۲۰۱۳ء)

اسلامی ریاست کی تعریف:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ سن لو! اسلامی مملکت کی تعریف کیا ہے؟ اسلامی سلطنت کی تعریف یہ ہے کہ جس ملک کا حکمران مسلمان ہو۔ چاہے کتنا ہی گنہگار ہو۔ اسلامی قانون نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو اسلامی قانون کے مطابق اسلامی ملک، اسلامی ریاست ہے چاہے وہ حکمران بڑی حکومتوں سے ڈر کر، بغاوت کے خوف سے یا ایمان کی کمزوری کی وجہ سے اسلامی قانون نافذ نہ کرتا ہو۔ اس قدرت کی وجہ وہ مملکت شریعت کی رو سے اسلامی سلطنت کہلائے گی۔ پاکستان میں اب تک جتنے حکمران آئے سب کو قدرت حاصل تھی کہ وہ اسلامی قانون نافذ کر دیں۔ لہٰذا پاکستان اسلامی مملکت ہے۔ (ماخوذ از مضمون عزیز ظفر آزاد)

یوں تو انقلاب زمانہ سے کرہ ارض کے نقشہ میں ردوبدل ہوتی رہتی ہیں۔ مگر نظریہ نے جغرافیہ کو کبھی جنم نہیں دیا۔ ہمیشہ جغرافیہ سے نظریہ جنم لیتا ہے۔ مگر پاکستان واحد ریاست ہے جس نے نظریہ کی بنیاد پر جغرافیہ حاصل کیا۔

۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کو قائم ہونے والی دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست پاکستان کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ ۲۳ رمارچ ۱۹۴۰ء لاہور مسلم لیگ کے اجلاس کی قرارداد سے شروع ہو کر ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء تک کے مختصر ترین عرصہ میں معجزہ رونما ہوا۔ مگر حقیقت میں یہ پاکستان صدیوں پر محیط کوششوں، ریاضتوں، عبادتوں اور شہادتوں کا ثمرہ ہے۔ ہمارے قائد کی نظر برصغیر کی طویل تاریخ پر تھی۔ جبھی آپ نے فرمایا کہ: پاکستان کی بنیاد اس دن پڑ گئی تھی جس دن پہلا ہندو مسلمان ہوا۔ یقیناً اس دن سے دو قومی نظریہ کا آغاز ہوتا ہے۔

اداریہ نوائے وقت: ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہر طرف پریشان فکری، ژولیدہ نگاہی کا سماں ہے۔ لیکن جن لوگوں نے قائد اعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں تحریک پاکستان کا سرسری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ وہ کسی تکلف اور تذبذب کے بغیر کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کی نجات صرف اس بنیادی نظریہ اور نصب العین (اسلام اور جمہوریت) پر عمل کرنے میں مضمر ہے۔

حکومت اور عدلیہ کی توجہ کے لئے:

پیام حکیم الامت علامہ اقبالؒ:

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کا جہانگیری محبت کی فراوانی
بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی
میانِ شاخساراں صحبت مرغ چمن کب تک
ترے بازو میں ہے پرواز شاہین قہستانی
گماں آباد ہستی میں یقیں مرد مسلماں کا
بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی
مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زور حیدرؓ، فقر بوذرؓ، صدق سلمانیؓ
ہوئے احرار ملت جادہ پیما کس تجمل سے
تماشائی شگاف در سے ہیں صدیوں کی زندانی

الحاج میاں عبدالخالقؒ کی رحلت

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند ارشاد فرماتے ہیں کہ ولایت کے حصول کے لئے گزشتہ ادوار میں بڑی بڑی ریاضتیں اور چلہ کشی کی جاتی تھیں۔ آج کے دور میں ولایت کا معیار عقائد صحیحہ کے ساتھ ساتھ فرائض کی پابندی اور منہیات سے اجتناب ہے۔

میرے والد محترم حاجی عبدالخالقؒ اپنی جوانی کے ایام سے صوم وصلوٰۃ کے پابند، اور منہیات سے اجتناب کرنے والوں میں سے تھے۔ راقم پانچ، چھ سال کا تھا کہ والد محترم کو نماز باجماعت کا پابند پایا اور رات کو سوتے وقت سورۂ یٰسین، سورۂ ملک اور دوسرے اوراد و وظائف کا پابند دیکھا۔ میرے دادا میاں الٰہی بخش مرحوم بھی صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور دینی اجتماعات میں شرکت فرماتے تھے۔ میری عمر چھ سات سال کی ہوگی کہ دادا جان مجھے ساتھ لے کر شجاع آباد میں دینی اجتماعات میں شرکت فرماتے رہے۔ دادا جان کا انتقال رمضان المبارک میں ہوا، چند روزے نہ رکھ سکے، ورنہ ہمیشہ رمضان المبارک کے روزے رکھتے۔

ہمارے علاقہ کے پہلے موحد صوفی عبدالخالقؒ مونہانہ تھے، جو مفسر القرآن مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی کے تبلیغی اجتماعات میں رفیق سفر ہوتے اور حمد و نعت پڑھتے ہوئے اپنی آواز کا جادو جگاتے۔ صحیح العقیدہ نظریاتی نعت خواں تھے۔ ہوا کا رخ دیکھ کر نعتیں نہیں پڑھتے تھے، بڑے بڑے جگادریوں سے مقابلہ کرتے، ان کی شبانہ روز محنت سے ہمارے دادا جی رسوم و بدعات سے تائب ہوئے، اور میرے بڑے بھائی مولانا خادم اللہ عرف خادم حسین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی کے مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد میں داخل ہوگئے۔ میٹرک کے بعد جہاں ابتدائی تعلیم شروع کی وہاں ترجمہ قرآن پاک بھی پڑھنا شروع کیا، جو سبق پڑھتے اگلے دن اپنی مسجد میں درس دیتے، جس کا ہمارے دادا جی اور والد محترم پر خوب اثر ہوا۔ جوں جوں قرآن پاک کا درس چلتا رہا، اثر کرتا رہا۔ چنانچہ دادا جی اور والد محترم عقائد باطلہ، رسوم قبیحہ سے توبہ تائب ہوئے اور ہمارا گھرانہ وہابی مشہور ہوا، جہاں سے گزرتے لوگ ہمیں وہابی کے نام سے یاد کرتے۔

راقم نے پرائمری اسکول بستی مٹھو سے پرائمری کیا اور پانچویں جماعت کا امتحان دینے کے بعد والد محترم نے دادا جی کے حکم پر راقم کو مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد میں داخل کرادیا۔ انتہائی غربت و سکنت کا دور تھا۔ پرائمری تعلیم کے دوران دو آنے اور چار آنے ماہانہ چندہ دینا مشکل ہوجاتا تھا۔ گندم بیچ کر ماہانہ چندہ جمع کراتے۔ مدرسہ میں آئے تو ابھی راقم کنز الدقائق والے سال میں تھا والد محترم جو جمعہ کی نماز اکثر و بیشتر ہمارے مدرسہ کی جامع مسجد میں ہمارے استاذ محترم مفسر القرآن مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ کی اقتدا میں ادا فرماتے چنانچہ ایک جمعہ کو بابا جی نے یہ خبر سنائی کہ فلاں تاریخ کو آپ کی شادی کا دن طے کردیا ہے۔ بندہ نے اس خبر پر احتجاج کیا کہ شادی کا مطلب مجھے دینی تعلیم سے محروم کرنا تو نہیں؟ تو والد محترم نے اطمینان دلایا کہ میری زندگی رہی تو بہر صورت آپ کی تعلیم مکمل کراؤں گا۔ چنانچہ شرح جامی تک مدرسہ عزیز العلوم میں اور جلالین شریف والا سال (۱۹۷۴ء) خیر المدارس ملتان، مشکوٰۃ، دورۂ حدیث شریف جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا سے کیا والد محترم نے ایفائے عہد فرماتے ہوئے عسر ویسر کے ساتھ بندہ کی تعلیم مکمل کرائی۔

۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۰ء تک رحیم یار خان میں مبلغ ختم نبوت کی حیثیت سے تین سال گزارے ۱۹۷۸ء میں اللہ پاک نے پہلا بیٹا قاری ابوبکر صدیق عطا فرمایا۔ مجلس میں آنے تک میری اور میری اہلیہ کی ضروریات انتہائی تنگدستی کے باوجود پوری کرتے رہے۔

علماء کرام کے مواعظ حسنہ کی برکت سے نماز و تلاوت کے پابند ہوئے، یومیہ آٹھ، دس پارے تلاوت معمول رہا۔ نیز نماز باجماعت کے علاوہ اشراق، چاشت اور اوابین، تہجد کے پابند تھے۔ اللہ پاک نے دو مرتبہ حج مبارک بھی نصیب فرمایا۔ تبلیغ کے ساتھ بھی چلہ لگایا، مسجد بننے کے بعد ہر سال اعتکاف بیٹھتے۔

مدرسہ تعلیم القرآن کے نام سے حفظ و ناظرہ کا ادارہ قائم کیا۔ نیز جامع مسجد سیدنا علی المرتضیٰ کے نام سے مسجد بھی آپ کے صدقات جاریہ میں سے ہے۔ ہم چار بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ بندہ کے علاوہ تمام بہن بھائی تہجد گزار ہیں یہ والدین کی برکت سے ہے۔ الحمدللہ! والدہ محترمہ بھی تہجد گزار تھیں اور والد محترم بھی وفات سے تقریباً ایک ماہ قبل تک تہجد کی نماز پڑھتے رہے۔ آخری پانچ چھ ماہ میں کمزوری بہت ہوگئی تو بیت الخلا کا انتظام کمرہ کے اندر کردیا گیا۔ واللہ

قلم کس طرح گر گئے اور کمر میں درد شروع ہوگیا۔

برادر محمد اسحق زید مجدہ نے تمام بھائی بہنوں سے زیادہ خدمت کی۔ برادرم مکرم مولانا خادم اللہ بھی دن میں دو مرتبہ تشریف لاتے اور ان کی خدمت کرتے۔ راقم کو بھی چند رات آپ کی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا، جب آنکھ کھلی تو پوچھا نماز میں کتنی دیر ہے؟ ہر وقت نماز کی فکر دامن گیر رہتی۔

۱۸ر دسمبر صبح ۸ بجے بندہ نے اجازت طلب کی کہ بھکر دفتر کا افتتاح کرنا ہے اور جمعہ بھی اسی طرف ہے، فرمانے لگے: جلدی واپس آنا۔ بندہ ۱۹ر دسمبر اپنے معمولات سے فارغ ہوکر دریا خان کے لئے بھکر سے روانہ ہوا ہی تھا کہ ڈاکٹر محمد اسحاق کا فون آیا کہ والد صاحب کی طبیعت زیادہ ناساز ہے آپ فی الفور واپسی کا سفر کریں۔ مقامی مبلغ مولانا حمزہ لقمان کو دریا خان کے لئے اسٹاپ پر چھوڑا اور واپسی شروع کردی۔ تقریباً ڈھائی بجے پھر فون آیا کہ والد صاحب رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۲۰ر دسمبر کو ۱۱ بجے جنازہ طے ہوا، جس میں شجاع آباد، جلال پور پیروالا، ملتان، بہاول پور سے علماء کرام مشائخ عظام حفاظ و قرآء سمیت ہزاروں عوام نے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ پہلی نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری دامت برکاتہم نے پڑھائی۔

قائد تحریک ختم نبوت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم نے فون پر فرمایا: ارادہ تو تھا لیکن اپنی صحت، سخت ترین سردی اور دھند کی وجہ سے شرکت مشکل نظر آرہی ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت والا مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب تشریف لاچکے ہیں، اس لئے آپ کی دعا ہی کافی ہے۔

جنازہ میں مولانا زبیر احمد صدیقی، مولانا عبدالغفور حقانی، مولانا مفتی عبیداللہ عزیز، مولانا حماد اللہ عزیز، پیر فاروق احمد نقشبندی، قاری جمیل الرحمن بہلوی، قاضی قمر الصالحین، مولانا رضاء المنعم، قاری محمد عارف، مولانا ثناء اللہ سعد، سابق ایم این اے رانا تاج احمد لون، جلال پور پیروالا سے مولانا خلیل احمد اسعد، مولانا پروفیسر عبدالشکور، قاری محمد امین، مولانا عبدالرحمن جامی سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

مرحوم نے پسماندگان میں راقم سمیت چار بیٹے، تین بیٹیاں، پوتے، نواسے سوگوار چھوڑے۔ دو بیٹے عالم دین، پندرہ پوتے، نواسے حفاظ، چار پوتیاں عالمات چھوڑیں جو ان شاء اللہ العزیز ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

مدرسہ تعلیم القرآن صدیقیہ اور اس سے ملحق مسجد یقیناً نجات آخرت ہوں گی۔ مدرسہ سے سینکڑوں بچے حفظ قرآن مکمل کرچکے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک مختلف مدارس میں استاذ، مساجد میں امام وخطیب کی حیثیت سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ پروردگار عالم مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔ آمین۔ ☆☆

ترتیب خلافت میں قدرت الٰہی کی کارفرمائی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

آپ اس نظام نیابت کو دیکھیں جو ’’خلافتِ راشدہ‘‘ کے لقب سے مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے سفر کرنے کے بعد جو شخصیتیں مسند خلافت پر آئیں اور پھر جس ترتیب کے ساتھ مسند خلافت پر متمکن ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے فرائض خلافت ادا کرنے کا جو موقع ان کو عطا فرمایا، یہ بالکل ’’ذالک تقدیر العزیز العلیم‘‘ کا مظہر ہے۔ اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی ترتیب اور ایسے نظام کے ساتھ چلایا کہ وہ اس کی رحمت واسعہ، اس کی حکمت بالغہ اور اس کی قوت قاہرہ کی ایک مثال ہے۔ دنیا کے مذاہب وادیان اور اقوام وملل اور فلسفۂ تاریخ پر نظر رکھنے والے مفکرین اگر کہیں جمع ہوں اور ان کو اس کا پورا اختیار دیا جائے کہ وہ اپنے تاریخی تجربہ اور مذاہب وادیان اور اقوام وملل کے اسباب زوال وارتقاء کے مطالعہ کی مدد سے اس سے بہتر ترتیب قائم کریں تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں اور تاریخ اور فلسفۂ تاریخ کے ایک طالب علم اور خاص طور پر ادیان وملل کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے فرد کی حیثیت سے پورے دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ اس سے بہتر ترتیب سوچ نہیں سکتے اور اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے، اکثر ایسا ہوا ہے کہ کوئی عہد گزر گیا ہے یا ملوک وسلاطین کا کوئی سلسلہ مکمل وختم ہوچکا ہے کوئی سلسلہ حکومت یا شاہی خاندان اپنی مدت ختم کرچکا ہے بعد میں فلسفۂ تاریخ پر نظر رکھنے والے جو لوگ آئے اور انہوں نے ان کی ترتیب پر اور اس کی ترتیب کے نتائج پر اور پھر ملک ومعاشرہ پر پڑنے والے اس کے اثرات پر غور کیا تو ان کو کہیں نہ کہیں یہ کہنے کا موقع ضرور مل گیا کہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو زیادہ بہتر تھا فلاں کے بعد اگر فلاں آیا ہوتا تو زیادہ اچھا ہوتا، اگر وہ پہلے نمبر پر ہوتا تو زیادہ مفید ثابت ہوتا، اگر وہ دوسرے نمبر پر آیا ہوتا تو زیادہ بہتر ثابت ہوتا اور پھر جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ ایک حرف ’’کاش‘‘ ایسا ہے کہ مجھے سو جگہ لکھنا پڑا ہے:

’’یک حرف کاشکیست کہ صد جا نوشتہ ایم‘‘ وہ بھی سو جگہ لکھنے پر مجبور ہوتا کہ کاش ایسا ہوتا، کاش ویسا ہوتا، میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ صرف مسلمان ہی نہیں دنیا کی دوسری قوموں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات اور مغربی اقوام کے بہترین مفکرین، تاریخ داں اور فلاسفہ اور بڑے بڑے مبصرین جمع ہوکر اسلام کے عہد اول کی تاریخ کا مطالعہ کریں اور ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ وہ اپنے ذہن ودماغ سے اور اپنے تاریخی مطالعہ کی روشنی میں اس دین کی حفاظت کرنے والوں اور اس کو دنیا میں پھیلانے والوں کا ایک چارٹ تیار کریں اور ایک نقشہ بنائیں کہ کس کو کس کے بعد آنا چاہئے تھا تو میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس سے بہتر چارٹ بنا نہیں سکتے۔

قادیانیت کے خلاف اُمّتِ مُسلمہ کے فتاویٰ جات کا مجموعہ

فتاویٰ ختمِ نبوّت

(۳ جلدیں)

تحقیق وتخریج شدہ جدید ایڈیشن

ترتیب
حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ

تحقیق وتخریج
زیرِ نگرانی
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کرام، ومفتیانِ عظام کے وہ فتاویٰ جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذُرّیت کے کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے سے متعلق دیئے ہیں، تحقیق وتخریج کے بعد انہیں یکجا شائع کیا گیا ہے۔

- ★ ختمِ نبوّت کے محاذ پر کام کرنے والے حضرات ومُبلّغین کے لئے معین ومددگار
- ★ دار الافتاء اور لائبریری کے لئے بیش بہا علمی خزانہ
- ★ عمدہ کاغذ، جاذبِ نظر سرِورق
- ★ علماء وطلبہ اور کارکنانِ ختمِ نبوّت کے لئے خصوصی رعایت

شائع کردہ: عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کراچی
021-32780337, 021-34234476

اسٹاکسٹ
مکتبہ لُدھیانوی 18- سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
021-34130020, 0321-2115595, 0321-2115502